عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰی اَقْدَامِ الْمُشْرِکِیْنَ عَلٰی رُءُوْسِنَا وَنَحْنُ فِی الْغَارِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ اَنَّ اَحَدَھُمْ نَظَرَ اِلٰی قَدَمَیْہِ اَبْصَرَنَا تَحْتَ قَدَمَیْہِ فَقَالَ یَا اَبَا بَکْرٍ مَا ظَنُّکَ بِاثْنَیْنِ اللّٰہُ ثَالِثُھُمَا۔

ترجمہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ میں نے مشرکوں کے پاؤں دیکھے اپنے سروں پر اور ہم غار میں تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کی طرف دیکھے تو ہم کو دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا — اے ابابکر تو کیا سمجھتا ہے ان دونوں کو جن کے ساتھ تیسرا خدا بھی ہے۔

فائدہ: ساتھ ہونے سے یہ مراد ہے کہ مدد اور حفاظت سے ساتھ ہے اور یہی مقصود ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ہے اور اس حدیث میں بیان ہے آپ کے توکل عظیم کا اور فضیلت ہے ابوبکر صدیق کے لئے کہ انہوں نے ایسے وقت میں آپ کا ساتھ دیا اور گھر بار مال اسباب سب چھوڑ دیا۔ خاک پڑے ان کے منہ پر جو ایسے جاں نثار وفادار ساتھی کی نسبت برے الفاظ نکالتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ عَبْدٌ خَیَّرَہُ اللّٰہُ بَیْنَ اَنْ یُّؤْتِیَہٗ زَھْرَۃَ الدُّنْیَا وَبَیْنَ مَا عِنْدَہٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَہٗ فَبَکٰی اَبُوْبَکْرٍ وَبَکٰی فَقَالَ فَدَیْنَاکَ بِآبَائِنَا وَاُمَّھَاتِنَا فَقَالَ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَ الْمُخَیَّرُ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ اَعْلَمَنَا بِہٖ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ مَالِہٖ وَصُحْبَتِہٖ اَبُوْبَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَّاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَّلٰکِنْ اُخُوَّۃُ الْاِسْلَامِ لَا تُبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ خَوْخَۃٌ اِلَّا خَوْخَۃُ اَبِیْ بَکْرٍ۔

ترجمہ: ابوسعیدؓ سے روایت ہے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور فرمایا اللہ کا ایک بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے چاہے دنیا کی دولت لیوے چاہے اللہ تعالیٰ کے پاس رہنا اختیار کرے۔ پھر اس نے اللہ تعالیٰ کے پاس رہنا اختیار کیا۔ یہ سن کر ابوبکر صدیقؓ روئے (سمجھ گئے کہ آپ کی وفات قریب ہے) اور روئے، پھر کہا ہمارے باپ دادا ہماری مائیں آپؐ پر سے صدقہ ہوں پھر معلوم ہوا کہ اس بندے سے مراد خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ اور ابوبکرؓ ہم سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر ابوبکرؓ کا احسان ہے۔ مال کا بھی اور صحبت کا بھی۔ اور جو میں کسی کو خلیل بناتا (سوا خدا کے) تو ابوبکرؓ کو خلیل بناتا۔ اب خلت تو نہیں ہے لیکن اسلام کی اخوت (برادری) ہے۔ مسجد میں کسی کی کھڑکی نہ رہے (سب بند کر دی جائیں) پر ابوبکرؓ کے گھر کی کھڑکی قائم رکھو۔

فائدہ: نووی نے کہا۔ خلت کہتے ہیں بالکل ایک کے خیال میں غرق ہو جانے کو اور غیر سے انقطاع کرنے کو۔ یہ بات حضرتؐ کو سوا خدا کے کسی سے نہ تھی، البتہ محبت تھی خدیجہؓ اور عائشہؓ اور ابوبکرؓ اور اسامہؓ اور زیدؓ اور فاطمہؓ کی۔ قاضی عیاض نے کہا۔ ایک حدیث میں ہے کہ میں حبیب اللہ ہوں۔ تو اختلاف کیا ہے کہ محبت کا مرتبہ زیادہ ہے کیونکہ یہ صفت ہمارے پیغمبر کی ہے اور بعضوں نے کہا خلت کا زیادہ ہے اور آپ کی خلت بھی اس حدیث سے ثابت ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَّاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَّلٰکِنَّہٗ اَخِیْ وَصَاحِبِیْ وَقَدِ اتَّخَذَ اللّٰہُ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلًا۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا (سوا خدا کے) تو ابابکر صدیقؓ کو بناتا۔ لیکن وہ میرے بھائی اور میرے صحابی ہیں اور تمہارے صاحب کو اللہ نے خلیل بنایا ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلٰی کُلِّ خِلٍّ مِّنْ خِلِّہٖ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَّاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا اِنَّ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلُ اللّٰہِ۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو میں کسی کی دوستی نہیں رکھتا (یعنی وہی دوستی جس میں اور کا خیال نہ رہے) اور جو میں ایسی دوستی کسی سے کرنے والا ہوتا تو ابوبکرؓ سے کرتا۔ اور تمہارے صاحب اللہ کے دوست ہیں (صاحب سے مراد حضرتؐ نے اپنے تئیں رکھا۔)

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَہٗ عَلٰی جَیْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَتَیْتُہٗ فَقُلْتُ اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ عَائِشَۃُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْھَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالًا۔

ترجمہ: عمرو بن العاص سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کے ساتھ بھیجا۔ (ذات السلاسل نواحی شام میں ایک پانی کا نام ہے وہاں کی لڑائی جمادی الآخر ۸ھ میں ہوئی) وہ آئے آپ کے پاس انہوں نے کہا یا رسول اللہ! سب لوگوں میں آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے؟ آپ نے فرمایا عائشہ صدیقہؓ سے۔ انہوں نے کہا مردوں میں کس سے زیادہ محبت ہے؟ آپ نے فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۶ ر رجب المرجب ۱۳۸۹ھ
۱۹ ر ستمبر ۱۹۶۹ء

جلد ۱۵
شمارہ ۱۹ و ۲۰

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

مدیر مسئول:
مولانا عبیداللہ انور مدظلہ
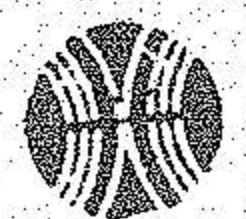
مدیر اعلیٰ:
مجاہد الحسینی

دینی مدارس اور علماءِ اسلام کو بدنام کرنے کی مہم

مذہبی طبقہ کی رسوائی سے اسلام کا نقصان ہوگا

پاکستان میں ایک سوچی سمجھی اسکیم اور ایک خاص منصوبہ کے تحت پہلے علماءِ اسلام کو بدنام کرنے اور لوگوں کے دلوں سے ان کا اعزاز و اکرام دور کرنے کے لئے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ یہ کمیونسٹ اور سوشلسٹ ہو گئے ہیں۔ انہیں "علماء کا سوشلسٹ کیمپ"، "علماء کا اشتراکی گروپ" کے عنوان سے موسوم کیا گیا۔ اس مکروہ اور مذموم طرزِ عمل کی نیو جماعتِ اسلامی کے ان اخبار نویسوں اور صحافیوں نے رکھی جو علماءِ حق کو ذلیل و رسوا کرنے کی کوششوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ پھر ان کی تائید و تقلید میں لاہور کے ایک نئے روزنامہ اور ایک ہفت روزہ نے بھی اس "پاکیزہ مہم" کو پروان چڑھانے اور اس "جہادِ اکبر" میں حصہ لینے کے لئے اپنے اسلحہ خانہ کا تمام گولہ بارود اس محاذ پر لا کھڑا کر دیا۔ حالانکہ یہ دونوں جریدے اسلام کے تحفظ و بقاء اور اسلام کی سربلندی کے علمبردار ہیں۔

اب اس سے آگے کا مرحلہ بھی دیکھئے کہ

"راولپنڈی سے خبر آئی ہے۔ وہاں کے دینی مدارس کے منتظمین کی طرف سے ایک بیان جاری کیا گیا ہے جس میں لاہور سے شائع ہونے والے ایک اخبار کی اس خبر کی تردید کی گئی ہے کہ راولپنڈی کے ایک دینی مدرسہ میں ماؤزے تنگ کا لٹریچر پڑھایا جاتا ہے اور اس کے لئے ایک سوشلسٹ کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔" (امروز لاہور ۱۳ ستمبر صفحہ ۴)

اس خبر پر سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

انسانوں کا فکری و نظری اختلاف ایک فطری امر ہے لیکن اخلاق، شرافت اور دیانت کو پس پشت ڈال کر اور صداقتِ اسلام کی اعلیٰ و ارفع قدروں کو پامال کر کے

اس ملک میں جو ناٹک رچایا جا رہا ہے یہ اسلام کی خدمت ہے یا واقعۃً پاکستان میں اشتراکیت اور سوشلزم کے لئے اسلام ہی کے مقدس نام پر راہیں ہموار کی جا رہی ہیں۔

علماءِ اسلام اور دینی مدارس کو سوشلزم اور اشتراکیت کے عنوان سے بدنام کرنیوالوں کو یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ دورِ حاضر کا سادہ لوح مسلمان آج بھی اسلام اور مذہب کے بارے میں علماء اور دینی راہنماؤں پر ہی اعتماد اور یقین رکھتا ہے۔ اگر ان کے دل و دماغ سے علماء کا احترام اٹھ گیا اور آپ کے گمراہ کن اور پُرفریب پروپیگنڈے کا ان پر جادو چل گیا کہ علماءِ اسلام کی ایک بہت بڑی تعداد اور بڑے بڑے دینی مدارس واقعی کمیونسٹ اور سوشلسٹ ہو گئے ہیں تو پھر آپ کروڑوں اربوں ڈالر کی امداد کے باوجود لوگوں کو اسلام پر قائم نہ رکھ سکیں گے۔ اور اشتراکیت سوشلزم، قادیانیت، عیسائیت اور اسلام کے خلاف دیگر باطل نظریات کے مقابلہ میں اس وقت صرف علماءِ اسلام اور دینی مدارس ہی سدِّ راہ بنے ہوئے اور ان طاغوتی طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر رہے ہیں۔ الحاد اور بے دینی کے خلاف دینی راہنما اور دینی مدارس ایک مضبوط بند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر اس رکاوٹ کو دور کر دیا گیا اور اپنی سیاسی مصلحتوں کی تکمیل اور ذاتی مطلب براری کے لئے اس بند کو ڈائنامیٹ کر دیا گیا تو اشتراکیت اور سوشلزم کے سیلاب کو اخباری کاغذوں اور آپ کی جذبات انگیز تحریروں سے کبھی نہ روکا جا سکے گا۔

اپنے مخالفین کو گالیاں دئے بغیر اگر آپ کے "کام" سیدھے نہیں ہو سکتے ہیں اور جن خدمات کی انجام دہی کے جوہر دکھلانے کا مظاہرہ کرنا آپ کے لئے ازبس ضروری ہے تو اس کے لئے کوئی دوسری گالی تجویز فرمائیے!

علماءِ اسلام کو سوشلسٹ اور دینی مدارس کو

کیونسٹوں کے اڈے قرار دینے کا جو حشر انڈونیشیا میں برپا کیا جا چکا ہے خداوند قدوس اپنے خاص فضل و کرم سے پاکستان کو اس قیامت خیز حشر سے محفوظ رکھے۔ اگر خدانخواستہ سامراجی طاقتوں کے اشارۂ ابرو پر پاکستان میں بھی اس کا اعادہ کرنے کی کوشش کی گئی تو صرف علماء اور دینی مدارس کا وجود ہی ختم نہیں ہو گا پھر اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے ملک کا وجود بھی معرض خطر میں پڑ جائے گا اور جو لوگ اس ناپاک مہم کو فروغ دینے اور علماء و دینی مدارس کو بدنام کرنے کو بہت بڑا "اسلامی کارنامہ" سمجھتے ہیں۔ وہ حالات کی سنگینی اور خطرناکیوں سے ہرگز محفوظ نہ رہ سکیں گے۔

۳۔ ارباب حکومت سے بھی گذارش کریں گے کہ جس طرح فرقہ وارانہ مذہبی منافرت کے لئے باقاعدہ قوانین وضع کر کے خطرناک صورتِ حال کا سدباب کر رکھا ہے۔ اسی طرح سیاست کے عنوان پر جو غنڈہ گردی اور نفرت انگیزی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ اس پر بھی قدغن لگائیے تاکہ یہ ملک خانہ جنگی کی خطرناکیوں سے محفوظ رہ کر ترقی کی راہ پر گامزن رہے۔

جمعیۃ طلباء اسلام کے مستحسن فیصلے

سکولوں کالجوں اور دینی مدارس کے طلباء کی تنظیم جمعیۃ طلباء اسلام کے عہدہ داروں نے لاہور میں اخباری نمائندوں کی ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ :۔

۱۔ ان کی تنظیم نوجوانوں خصوصاً طلباء میں اسلام کے صحیح عقائد و نظریات کی اشاعت کرے گی اور نادار طلباء کے لئے بیت المال قائم کرے گی۔

۲۔ ان کی جماعت کتاب و سنت پر مبنی اور صحابۂ کرام، سلف صالحین نیز علماءِ حق کی تعبیرات کے مطابق صحیح اسلامی نظام کے لئے جد و جہد کرے گی ——
علماءِ حق سے مراد وہ حریت پسند علماء ہیں جنہوں نے برطانوی سامراج کے خلاف مردانہ وار جد و جہد کی اور پھانسی کے تختوں کو اپنے خون سے رنگین کیا اور ان علماءِ حق کی صحیح وارث جمعیۃ علماء اسلام ہے۔ جس کی قیادت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی، مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا عبیداللہ انور جیسے عظیم دینی رہنماؤں کے ہاتھ میں ہے کیونکہ علماءِ حق کی رہنمائی و قیادت کے بغیر اسلام کی صحیح معلومات، راہِ ہدایت اور صراطِ مستقیم کا میسر آنا ممکن نہیں ہے۔

۳۔ جمعیۃ طلباء اسلام سرمایہ داری نظام اور اشتراکیت دونوں کی مخالفت کرے گی اور اسلام کے مبنی بر انصاف اور معتدل نظامِ معیشت رائج کرنے کی جد و جہد میں بھرپور حصہ لے گی۔

۴۔ ان کی تنظیم کسی ایسی جماعت یا اس کی ذیلی تنظیموں سے ہرگز تعاون نہ کرے گی جو سامراج کی آلۂ کار بن کر اہلِ اسلام میں تفرقہ بازی پیدا کر رہی ہیں اور اسلام کے نام پر غلط عقائد و نظریات پیش کر کے لوگوں کے دل و دماغ سے انبیاء علیہم السلام، صحابۂ کرام، سلف صالحین اور بزرگانِ دین کی عزت و عظمت کے نقوش مٹانے اور خلفاءِ راشدین کو خائن اور بددیانت ثابت کرنے کی مکروہ کوشش کر رہی ہیں۔

۵۔ ان کی تنظیم کسی بھی سیاسی جماعت کی آلۂ کار یا ذیلی تنظیم کی حیثیت سے کام نہیں کرے گی بلکہ اس کا دائرۂ کار صرف طلباء اسلام کی اصلاح اور ان کی فلاح و بہبود تک محدود ہو گا۔ اور وہ حکومت کے ہر نیک اور مستحسن اقدامات کی تائید و حمایت کر کے انہیں مؤثر بنانے کی بھرپور کوشش کرے گی۔

جمعیۃ طلباء اسلام کے ان معقول اور مبنی بر انصاف فیصلوں کی ہر شخص تائید و حمایت کر کے ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ہماری نوجوان نسل اگر اس طرح کے اصلاحی اور تعمیری اقدامات کا فیصلہ کر لے تو معاشرے کی تمام خرابیاں، اخلاقی ناہمواریاں اور سماجی برائیاں آج ختم ہو سکتی ہیں۔

جمعیۃ طلباء اسلام کے فیصلوں کا سب سے خوش آئند پہلو یہ ہے کہ اس تنظیم کا دائرۂ عمل صرف سکول اور کالج تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ مدارس عربیہ اور دینی اداروں کے طلباء بھی اس میں شامل ہو کر ایک دوسرے کے دوش بدوش نہ صرف اپنی زندگیاں ہی اسلام کے صحیح طریق عمل کے مطابق بنانے کی کوشش کریں گے بلکہ اپنے دوسرے نوجوان ساتھیوں میں اسلام کے صحیح عقائد و نظریات کی اشاعت اور اس کے مطابق جذبۂ عمل ابھارنے کی بھی سعیٔ بلیغ کرتے رہیں گے۔

سکولوں اور کالجوں کے طلباء کے ساتھ دینی مدارس کے طلباء کی رفاقت اور ان کی باہمدگر ہم آہنگی ملک و ملت کے لئے ایک نیک فال ہے۔ تمام اہل دین و دانش اور حمیت و غیرت اسلامی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جمعیۃ طلباء اسلام میں حصہ لینے والے نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کریں اور ان کے مقدس اور نیک عزائم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور کامیابیوں سے ہمکنار کرنے کے لئے ہر ممکن تعاون سے دریغ نہ کریں۔

ہماری تمامتر ہمدردیاں اور قلبی دعائیں جمعیۃ طلباء اسلام کے نوجوانوں کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی خاص حفاظت میں رکھے اور ان بلند و بالا نیک مقاصد کی تکمیل میں اپنی خاص نصرت و امداد شاملِ حال رکھے۔ آمین!

"صرف پاکستانی"

مجلس یادِ اسلاف لائلپور کے زیر اہتمام یوم دفاع کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے تحریکِ آزادیٔ کشمیر کے مخلص و ممتاز رہنما اور آزاد کشمیر کے سابق صدر سردار عبدالقیوم خاں نے عوام سے خطاب کرتے ہوئے دفاعِ پاکستان، تحفظ و اشاعتِ اسلام، تحریکِ کشمیر اور اتحاد بین المسلمین سے متعلق بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ دورانِ خطاب آپ نے نہایت رقت آمیز لہجہ میں فرمایا:

"آپ میں آج کوئی سندھی ہے کوئی بلوچی، کوئی بنگالی اور کوئی پختون، اب لے دے کے پاکستانی تو ہم ہی (کشمیری) بے چارے رہ گئے ہیں"

سردار صاحب کا یہ طنزیہ جملہ ان رہنماؤں کے لئے باعث عبرت ہونا چاہیئے جن کے خیالات و افکار "دھوپ چھاؤں" کی طرح ہر لمحہ بدلتے رہتے ہیں —— جو وحدتِ مغربی پاکستان کی منصوبہ بندی کے وقت وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا ط کی تلاوت فرماتے نہ تھکتے تھے۔ اور آج ہوا کا رخ بدلتا دیکھ کر اسی وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور ون یونٹ توڑنے

(باقی صـ۹ پر)

۲۹ ر جمادی الثانی ۱۳۸۹ ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۶۹ ء

صحیح معنوں میں مسلمان فقط وہی ہو سکتا ہے جو خالق و مخلوق دونوں کو راضی رکھے

یعنی

حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو ادا کرے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۝ (س بنی اسرائیل ع ۱)

ترجمہ: بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔ اور ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

بزرگان محترم! تاریخ عالم گواہ ہے کہ جب قرآن عزیز نے مذکورہ بالا اعلان کیا اس وقت دنیا کی تمام قومیں اور تمام مذاہب گمراہی کے غار میں گرے ہوئے تھے۔ اخلاقی حالت دنیا کی انتہائی پست تھی۔ ایران کے مجوسی شرک کی نجاست سے لت پت تھے اور ان میں بے حیائی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ سگی ماں، بیٹی اور بہن سے بھی نکاح جائز سمجھتے تھے۔ عیسائیت تثلیث کے چکر میں پھنس کر مشرکانہ عقائد کی نشر و اشاعت میں مصروف تھی۔ چین والے قبر پرستی اور بھوت پریت کی عبادت میں محو تھے۔ ہندوستان میں ہر گھر کا ایک علیحدہ خدا ہی نہیں بلکہ کئی کئی خدا تھے۔ فسق و فجور ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ زنا، شراب خوری، دختر کشی اور قمار بازی اپنے شباب پر تھے اور ان عاداتِ بد کو شرافت کا نشان سمجھا جا رہا تھا اور عرب کا تو معاملہ ہی نرالا تھا خود بیت اللہ میں ۳۶۰ بُت پڑے ہوئے تھے اور ان کی پوجا ہو رہی تھی اور اس کے علاوہ ہزاروں برائیاں اور معصیتیں عربوں میں جڑ پکڑ چکی تھیں اور ان کا درجہ کچھ مذکورہ عاداتِ قبیحہ میں سب سے بڑھا ہوا ہی تھا — غرضیکہ جس طرف دیکھئے ساری دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی اور قرآن عزیز سے قبل نازل ہونے والی آسمانی کتابیں اور صحائف ان گمراہیوں کو دور کرنے میں قطعی ناکام ہو چکے تھے۔

خداوند قدوس نے ایسے بگڑے ہوئے حالات میں نوع انسانی کی ہدایت کے لئے اپنے آخری پیغام قرآن عزیز کو اپنے سب سے پیارے اور برگزیدہ بندے اور رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور اعلان فرما دیا کہ یہ قرآن عزیز انسان کی ہر شعبۂ حیات میں بہترین رہنمائی کر سکتا ہے۔ اور اس کا عملی پیکر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

عزیزانِ گرامی! ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے — کہ دین حق کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت سے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اطاعت سے، اور مخلوقِ خدا کو خدمت سے راضی رکھا جائے اور اس کتاب مقدس کی تعلیم یہ ہے کہ انسان خالق اور مخلوق دونوں کو راضی رکھے — حقوق اللہ بھی ادا کرے اور حقوق العباد میں بھی سرِ مو فرق نہ ڈالے۔ اس تعلیم سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مومن وہی شخص ہو گا اور اصلی، کھرا اور سچا مسلمان اسی کو قرار دیا جا سکے گا جو خالق و مخلوق دونوں کو راضی رکھے اور ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرے۔

قرآنی تعلیم کی چند جھلکیاں

اس تمہید کے بعد میں آپ حضرات کے سامنے تعلیماتِ قرآن کی چند جھلکیاں پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

جامع ارشادِ ربانی

اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کو راضی رکھنے کا ایک جامع ارشادِ ربانی ملاحظہ فرمائیے! ارشاد ہوتا ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝ (س النساء رکوع ۶)

ترجمہ: اور اللہ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ بھی نیکی کرو، بے شک اللہ اترانے والے بڑائی کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

اندازہ فرمائیے قرآن عزیز نے ایک ہی آیت میں کس جامعیت کے ساتھ خالق و مخلوق دونوں کو راضی کرنے کا اجمالی پروگرام پیش کر دیا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو

۲- اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔
۳- ماں باپ سے نیکی کرو۔
۴- رشتہ داروں سے نیکی کرو۔
۵- یتیموں سے نیکی کرو۔
۶- مسکینوں سے نیکی کرو۔
۷- رشتہ دار ہمسایہ سے نیکی کرو۔
۸- غیر رشتہ دار ہمسایہ سے نیکی کرو۔
۹- پاس بیٹھنے والے انسان سے نیکی کرو۔
۱۰- مسافر کے ساتھ نیکی کرو۔
۱۱- غلاموں کے ساتھ نیکی کرو۔
۱۲- تکبر نہ کرو۔
۱۳- خود پسندی سے باز آ جاؤ۔

عزیزانِ گرامی: میرا دعوٰی ہے کہ اگر قرآن عزیز کے اس اجمالی پروگرام کو عملی جامہ پہنایا جائے تو خالق و مخلوق دونوں کے حقوق ادا ہو جاتے ہیں اور تمام مفاسد کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ اب خالق و مخلوق کو راضی رکھنے کے اس اجمالی پروگرام کے بعد قرآن عزیز کی اس سلسلے میں رہنمائی ملاحظہ فرمایئے کہ کس سے تعاون کرنا چاہئے اور کس سے نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ
(س المائدہ رکوع ۱)

ترجمہ: نیکی اور پرہیزگاری (کے ہر ایک کام میں ہر ایک کی) مدد کیا کرو ــــ اور گناہ اور سرکشی (کے کسی کام میں کسی کی) مدد نہ کرو۔

محترم حضرات! انسانی تعلقات میں مخلوق کی حق تلفی کا باعث عام طور پر انتقامی جذبہ اور اپنے نفس کی خواہش ہوتی ہے اور اگر انسان عفو و درگزر کو شعار بنالے تو مخلوقِ خدا کو راضی رکھنے میں کوئی چیز مانع نہیں رہتی چنانچہ دیکھئے قرآن عزیز کس حکیمانہ انداز میں اپنے بھائیوں کو معاف کر دینے، دشمنوں کو دوست بنانے اور عام بخشش کی تلقین کرتا ہے:

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ
(س الشورٰی رکوع ۴)

ترجمہ: بدی کا بدلہ تو بالکل ویسا ہی ہے۔ اس کے بعد جس کسی نے معافی دے دی اور بھلائی کی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ خود دے گا۔

سورہ النور رکوع ۳ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط

ترجمہ: لازم ہے کہ معاف کیا کریں اور درگزر کیا کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دیا کرے۔

سورہ حٰم السجدہ رکوع ۵ میں ارشاد ہوتا ہے:

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ

ترجمہ: تم بدی کی مدافعت نیکی اور سلوک کے ساتھ کیا کرو۔ پھر تو عداوت والا شخص تم کو گرم جوش دوست نظر آئے گا۔

محترم حضرات! قرآن عزیز نے خالق و مخلوق کو راضی رکھنے کا جو پروگرام پیش کیا ہے۔ یہ اس کا اجمالی خاکہ ہے اور مشتے از خروارے کے طور پر آپ حضرات کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگر مسلمان اس پروگرام پر عمل پیرا ہو جائیں تو انہیں دنیا اور آخرت کی بھلائیاں نصیب ہو سکتی ہیں اور رحمۃ للعالمین کی یہ امت سارے عالم کے لئے رحمت اور خیر و برکت ثابت ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر شعبۂ حیات میں قرآن مجید کی رہنمائی کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم خالق و مخلوق دونوں کو راضی کر کے دنیا سے رخصت ہوں۔ آمین!

بقیہ: شذرہ

کے علمبردار بن کر سامنے آ رہے ہیں۔

یہ صوبائی عصبیت اگر اپنے جوبن پر آ گئی اور "سندھ سندھیوں کا، پنجاب پنجابیوں کا اور سرحد پختونوں کا" کی تحریک زور پکڑ گئی تو پھر کشمیریوں کو ان کے اس حق سے کون دست بردار کرا سکتا ہے۔ کہ "کشمیر کشمیریوں کا" ــــ "کشمیر پاکستان کا" نعرہ نعرہ وحدت مغربی پاکستان کے ساتھ لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتا ہے اس وحدت و مرکزیت کو ختم کرنے کی مہم درحقیقت پاکستان کی شہ رگ پر ایک کاری ضرب لگانے کے مترادف ہے۔ آج بھی ہمارے لئے نعرہ مشعل راہ بن سکتا ہے۔
وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ط

دو عظیم ملی ہمدردوں کا سانحۂ ارتحال

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ط

● گزشتہ چند دنوں میں پاکستان دو عظیم ملی ہمدردوں اور قومی رہنماؤں سے محروم ہو گیا۔ ان میں چنیوٹ کے معروف صنعتکار میاں محمد امین پراچہ چیئرمین کریسنٹ ٹیکسٹائل ملز لائل پور۔ جو الحاج میاں محمد شفیع صاحب کے برادر اکبر تھے وہ کئی روز صاحب فراش رہ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

مرحوم قیام پاکستان سے قبل امرتسر میں تجارت کرتے تھے اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب خلیفہ حضرت تھانوی رحمہما اللہ کے ساتھ ان کی گہری عقیدت و وابستگی تھی۔ قیام پاکستان کے بعد وہ لاہور میں قیام پذیر ہوئے تو یہاں پر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ مرحوم اپنے بھائی حاجی محمد شفیع صاحب کی طرح مختلف دینی مدارس اور اصلاحی اداروں کی خوب سرپرستی فرماتے۔ چنیوٹ میں کئی فلاحی ادارے ان کی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔ میاں محمد امین مرحوم ان دنوں لائل پور میں حاجی محمد شفیع صاحب کی وساطت سے ایک بہت بڑے تعلیمی ادارہ کی تعمیر کرا رہے تھے کہ اللہ کو پیارے ہو گئے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر و تحمل کی توفیق بخشے!

● دوسرے جمعیۃ اہلحدیث کے مشہور رہنما حاجی محمد اسحٰق حنیف مرحوم تھے جو مختلف دینی تنظیموں میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ اپنے حلقہ گوالمنڈی میں بنیادی جمہوریت کے چیئرمین بھی تھے۔ مرحوم ایک مرنجاں مرنج خلیق اور نہایت شریف الطبع تھے۔ دینی اور قومی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ جمعیۃ اہلحدیث کو منظم کرنے اور جماعت کے ترجمان الاعتصام کو فروغ دینے میں ان کا انہماک خاطر خواہ تھا۔ جن دنوں حکومت نے پروگریسیو پیپرز لمیٹڈ پر قبضہ کیا اور نئے ٹرسٹی بنائے تھے ان میں حاجی محمد اسحٰق حنیف بھی شامل تھے۔ مرحوم اپنے کاروباری سلسلے میں تحریک آزادی کے ممتاز رہنما اور پاکستان مجلس احرار اسلام کے صدر شیخ حسام الدین کے ساتھی رہے ہیں۔ حاجی محمد اسحٰق گذشتہ دنوں اپنی کار میں پراسرار طور پر قتل کر دئے گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر و تحمل کی توفیق بخشے۔

ادارہ خدام الدین مرحومین کے پسماندگان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

(ایڈیٹر)

مجلسِ ذکر

۲۸ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۶۹ء

ذکرِ الٰہی کی فضیلت

از حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ خلیفۂ مجاز حضرت شیخ التفسیرؒ ـــــ مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعارف جانشین شیخ التفسیرؒ سیدنا و مرشدنا حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم نے حاضرینِ مجلسِ ذکر سے حضرتِ قاضی صاحب کا تعارف بدیں الفاظ فرمایا:۔ (مرتب)

”حضرت قاضی زاہد الحسینی صاحب اپنے حضرتؒ کے خلفاءِ کبار میں سے ہیں۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مسترشدین میں سے ہیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ آج اس مجلسِ ذکر میں تشریف فرما ہیں۔ اکثر احباب تو ان سے خدام الدین کے ذریعے سے واقف ہیں، کچھ مشافۃً بھی ملاقات کر چکے ہیں۔ جو بیچارے نہیں متعارف اس لئے میں نے ان کی اطلاع کے لئے چند جملے کہہ دئے۔“

”ذکر“ عظیم عبادت ہے

میرے بزرگو! جتنی عبادات ہم کرتے ہیں۔ ساری عبادتوں کا مغز اور نچوڑ اللہ تعالےٰ کا ذکر ہی ہے۔ نماز کے متعلق قرآن مجید میں تصریح فرمائی ــــ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ ۝ (طٰہٰ ۱۴) نماز کو قائم کر میرے ذکر کے لئے ــــ دوسری عبادات میں انفرادی طور پر بھی، اجتماعی طور پر بھی ذکر کو اللہ تعالےٰ نے ایک محور اور مرکزی نقطہ قرار دیا ہے۔ ساری عبادتیں، ساری ریاضتیں، یہ سارے مجاہدات، یہ ساری مشقتیں صرف اس لئے کی جاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بندے کو نصیب ہو جائے۔ ذکر بڑی عظیم عبادت ہے اور اس کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل قرآن مجید کی روشنی میں یہ ہے کہ دارین کی کامیابیاں، دارین کی نجات ذکر سے اللہ تعالےٰ نے متعلق فرمائی۔ کئی مقامات

پر عالم اسباب میں سبب اختیار کرنے میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کے ذکر میں ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کروگے تو اس کی وجہ سے تمہارے سبب میں برکت اور قوت پیدا ہو جائے گی۔

تجارت اور جہاد دنیاوی اسباب کے ساتھ ساتھ

قرآن مجید نے کامیابی کو ذکرِ الٰہی پر موقوف فرمایا۔ تجارت کے متعلق فرمایا کہ تجارت کرو لیکن وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ تمہاری کامیابی اللہ کے ذکر میں ہے تجارت میں نہیں ہے۔ جہاد کے متعلق فرمایا۔ اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا (الانفال ۴۵) جب تمہارا مقابلہ کافروں کے ساتھ ہو تو تم ثابت قدم رہو۔ لیکن دیکھنا وہاں پر بھی کامیابی تمہاری ثابت قدمی میں نہیں ہے، تمہارے سامانِ جنگ کی فراوانی میں نہیں ہے بلکہ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (انفال ۴۵) وہاں بھی میرا ذکر زیادہ کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

ذاکرین کے لئے مژدہ

میرے بزرگو! قرآن مجید نے ذکر کو انسان کے تمام دکھوں کا مداوا اور تمام روحانی برکات کے لئے ایک عظیم زینہ قرار دیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ (حدیث قدسی ہے) کہ رب العالمین کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاہُ (رواہ البخاری) میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب تک کہ اس کے دونو ہونٹ میرا

نام لیتے ہوئے ہلتے رہتے ہیں ــــ یہ صحیح حدیث ہے ــــ یعنی ذکرِ لسانی جسے کہا جاتا ہے یہ کوئی معمولی چیز نہیں بہت بڑی دولت ہے۔ اور میں جہاں تک عرض کر سکتا ہوں ذکرِ لسانی تمام ذکروں کا مبداء ہے اور اساس ہے۔ حضرتؒ جو لطائف جاری کرنے کا فرمایا کرتے تھے کہ ذکر زبان سے کرو۔ اور چوٹ فلاں فلاں مقام پر پڑے۔ یعنی ذکر زبان سے ہو۔ جس طرح ہم کوئی غذا کھاتے ہیں۔ جب تک منہ سے نہ کھائیں تو ہمارے بدن میں اس کا فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح ذکرِ لسانی جب تک نہ ہو باقی اذکار مفید نہیں ہو سکتے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قدسی ہے کہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب تک کہ اس کے دونو ہونٹ تَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاہُ میرا نام لیتے ہوئے اس کے دونو ہونٹ ہلتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

غیر اللہ کا خوف

ذکرِ لسانی میں کیا تکلیف ہوتی ہے؟

ابھی ہم نے ذکر کیا۔ نہ کچھ زبان پر بوجھ پڑا، نہ کوئی بدن پر، نہ کوئی مال کا نقصان ہوا۔ اتنی آسان چیز، اور اس پر اجر کتنا مرتب فرمایا؟ کہ میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں، تمہارے اسباب میں قوت پیدا کر دیتا ہوں، تمہارے دل سے غیر اللہ کا خوف اور رعب نکال دیتا ہوں۔ مجاہد ملت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالات میں لکھا ہے کہ جب میں حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوا تو تیسرے ہی دن اللہ کے نام کی برکت سے میرے دل سے غیر اللہ کا خوف نکل چکا تھا۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ آپ نو مسلم تھے۔ ایک نو مسلم جب شیخِ کامل کے دربار میں پہنچا، انہوں نے صرف لطیفہ قلبی جاری کرایا، اللہ کا نام بتایا، تو حضرتؒ لکھتے ہیں اپنی ڈائری میں کہ ذکر کی برکات سے تیسرے ہی دن میرے دل سے غیر اللہ کا خوف نکل چکا تھا۔

حضرت لاہوریؒ کا مقام

میرے بزرگو! ذکرِ الٰہی بہت بڑی

دولت ہے۔ آپ، ہم سب حقیقتاً بڑے خوش بخت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں زمانے کے ایک بہت بڑے ولیٔ کامل کے ساتھ نسبت قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔ میں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ حضرتؒ کی قدر پانچسو سال کے بعد اسی طرح ہو گی جیسے آج شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی قدر ہے۔ دنیا والوں نے حضرتؒ کو نہیں سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑے بڑے مقامات سے نوازا تھا۔

درخواست ہے کہ ذکر پر مداومت کی جائے، ذکرِ لسانی کیا جائے، مجالس ذکر کے بغیر بھی اپنے گھروں میں، اپنی دکانوں پر، اپنے کھیتوں میں، اپنے دفتروں میں اگر زبان کے ساتھ اللہ اللہ کرتے رہیے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور میرا اپنا یہ اندازہ ہے کہ اگر ایک آدمی چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک سو مرتبہ بھی اللہ کا نام پوری محبت کے ساتھ، پوری عظمت کے ساتھ، پورے وقار کے ساتھ، پوری تعظیم کے ساتھ کہ جس کو میں پکار رہا ہوں وہ میرا مالک ہے، میں اس کا مملوک ہوں، وہ میرا خالق ہے، میں اس کی مخلوق ہوں، وہ میرا رب ہے، میں اس کا بندہ ہوں، وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ اس عقیدے کے ساتھ اگر چوبیس گھنٹوں میں ایک سو دفعہ بھی کوئی آدمی اپنی خلوت میں اللہ تعالیٰ کا نام پڑھ لے تو میرا اپنا اندازہ ہے کہ اس کے چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کے انوار سے منور رہتے ہیں۔

ایک عجیب مثال

آپ دیکھئے، گھڑیاں سب کے پاس ہیں، گھڑی کو چابی دینے میں کتنی دیر لگتی ہے؟ گھڑی کو چابی دینے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگتا، لیکن وہ چابی چوبیس گھنٹے چلاتے رکھتی ہے اور بعض گھڑیاں تو ایسی ہیں کہ ایک ہفتے میں ایک دفعہ چابی دینا پڑتی ہے۔ وہ تو کوئی قطب لوگ ہوتے ہیں۔ اگر ہم اللہ کی یاد کے لئے ایک منٹ صرف کریں تو ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ اللہ کی رحمت کے انوار ہم پر چوبیس گھنٹے نازل ہوتے رہیں گے۔ اور آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کا قرب ہمیں حاصل ہو جائے۔

حضرت تھانویؒ کی اصلاح

یہ ویسے ہی کسی نے کہہ دیا کہ زبان سے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں حالانکہ حضرت تھانویؒ نے اصلاح فرمائی اس شعر کی ہے ؎

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

مشہور شعر یہ ہے ــــ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ نہیں۔ اس کا یہ مفہوم ہے ؎

(باقی صـ۱۲ پر)

بقیہ: بیت المقدس کی تاریخی حیثیت

حجروں میں کسی قسم کی مداخلت نہ ہوگی اور نہ ان میں سکونت کی جائے گی۔ اور نہ ڈھائے جائیں گے۔ ہم آپ سے عہد کرتے ہیں کہ ان میں کوئی ایسا شخص جو مسلمانوں کا مخالف ہو رہ نہ سکے گا۔ ان میں کسی وقت مسلمانوں کو داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔

حضرت عمرؓ نے اس معاہدہ کی تصدیق کرتے وقت حسب ذیل اضافہ فرمایا۔

"ہم مسلمانوں میں سے کسی کو اذیت نہیں دیں گے اور ہم ان میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی نہیں کریں گے اگر کریں تو ہمارے ساتھ کوئی ہمدردی نہ کی جائے اور ہم اختیار دیتے ہیں کہ بطور دیگر جو سخت سزا دیں ہم اس کے سزاوار ہوں گے۔"

اس تحریر پر حضرت خالد ابن ولیدؓ، عمروؓ ابن العاص، عبدالرحمٰنؓ ابن عوف اور معاویہؓ ابن سفیانؓ نے بطور گواہ دستخط کئے۔

بیت المقدس کی آبادی

اس وقت بیت المقدس کی آبادی ۶۲ ہزار تھی جس میں ۱۲ ہزار یونانی تھے جو مختلف مقامات سے یہاں منتقل ہوئے تھے۔ آپ نے انہیں شہر خالی کرنے کا حکم دے دیا تاکہ اصلی باشندوں پر ٹیکس لگایا جا سکے۔ جب وہ شہر چھوڑ چکے تو آپ نے اہل شہر پر ٹیکس عائد کیا جو تین دینار فی کس کے حساب سے تھا۔ عورتوں اور بوڑھوں کو اس سے مستثنیٰ رکھا۔ اس کے بعد شہر میں داخل ہوئے تو خواہش ظاہر کی کہ اس چٹان کا محل وقوع معلوم کیا جائے جہاں سے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سفر معراج کا آغاز کیا تھا۔ آپ نے وہاں کے راہب سے فرمایا کہ میری رہبری کرو۔ وہ سب سے پہلے آپ کو کلیسائے نشور میں لے گیا اور کہا۔ یہ حضرت داؤد کی مسجد ہے۔ آپ نے فرمایا تو غلطی پر ہے۔ کیونکہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے جو جگہ بتائی تھی وہ اس سے مشابہ نہیں۔ پھر وہ کلیسائے صیہونی میں لے گیا اور کہا یہ حضرت داؤد کی مسجد ہے۔ آپ نے فرمایا تو غلطی پر ہے۔ اسی طرح راہب آپ کو ہر گرجا میں لے گیا آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ تو غلطی پر ہے۔ بالآخر وہ آپ کو اس دروازے میں لے گیا جس کا نام اس وقت باب محمد [illegible] آپ نے سیڑھیوں سے کوڑا کرکٹ ہٹایا اور ایک تنگ و تاریک راستے میں داخل ہو گئے۔ گھٹنوں کے بل چل کر وسطی بدرو کے پاس پہنچے۔ یہاں سے کھڑے ہو کر الصخرہ پر نگاہ ڈالی اور فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ جگہ ہے جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے بتائی تھی۔ اس کے بعد تعمیر مسجد کا حکم دیا، اختتام تک وہاں رہے جب کام مکمل ہو گیا تو حضرت بلالؓ سے اذان کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا کہ میں عزم کر چکا تھا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں دوں گا۔ اب آپ کا حکم ہے تو حاضر ہوں چنانچہ اذان دینا شروع کی جونہی صدائے تکبیر فضا میں بلند ہوئی صحابہؓ کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زمانہ یاد آ گیا سب پر رقت طاری ہو گئی۔ ابوعبیدہؓ زار زار رونے لگے۔ حضرت عمرؓ کی ہچکی بندھ گئی۔ غرض تمام صحابہؓ پر دیر تک یہی کیفیت طاری رہی۔

مورخین کا کہنا ہے کہ جو فیاضانہ برتاؤ عیسائیوں کے ساتھ حضرت عمرؓ نے کیا تھا اس کی نظیر دنیا کے کسی اور فاتح میں نہیں ملتی۔

بیت المقدس کی تاریخی حیثیت

صلیبی جنگیں اور اسلامی فتح ○ عروج و زوال کی داستان

باقر جامی، بہاولپور

بیت المقدس کو عالم اسلام میں جو امتیاز حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس کی ابتدائی تاریخ پر ظن و تخمین کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ شہر کب بنا اور کس نے بنایا البتہ اس کے اجڑنے اور بسنے کی ایک طویل تاریخ ہے۔ انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے — کہ یہ ۳۳ صدی پرانا شہر ہے اور ۱۸ مرتبہ تعمیر ہو چکا ہے۔ دو زمانے ہڈریان اور بخت نصر کے عہد میں اس کی مکمل بربادی کو ہو چکے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ تاریخ کی تدوین باقاعدہ نہ ہوئی تھی۔ اس پر چھ دور مذاہب کی تبدیلی کے گذرے ہیں۔ یہاں کے باشندے اپنا آبائی دین چھوڑنے اور نیا دین اختیار کرنے پر مجبور کئے جا چکے ہیں۔ اس پر ایسا زمانہ بھی گذرا کہ اس کی وادیاں پر کر دی گئیں اور ایسا بھی کہ اس کی زمین کو ہموار کر دیا گیا، اور اس کے گلی کوچے اور عمارتیں تباہ کی گئیں اور اس کے باشندے قتل کر دئے گئے۔

بیت المقدس عجیب انقلابی دور سے گذرا ہے۔ دنیا میں کوئی دوسرا شہر ایسا نہیں جس نے اتنے انقلابات دیکھے ہوں جب بھی جبر و قہر کی قوتوں نے اس کی طرف قدم بڑھایا تو نہ صرف اس کی تسخیر کی بلکہ اپنی قہرمانیوں سے اس کے آثار تک مٹا ڈالے۔ یہ شہر تیرہ سو سال مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ اس عرصہ میں تھوڑی مدت کے لئے عیسائیوں کا قبضہ بھی ہوا مگر جلد ہی حاصل کر لیا گیا۔ عیسائیوں نے اس کے لئے بیسیوں صلیبی جنگیں لڑیں۔ مورخین کا اندازہ ہے کہ ان جنگوں میں ساٹھ لاکھ عیسائی مارے گئے تھے۔ قرآن میں بیت المقدس کے نام سے کہیں اس کا ذکر نہیں ملتا۔

البتہ احادیث و روایات میں "البیت المقدس" کا لفظ آیا ہے اور توریت و انجیل میں تو جا بجا اس کا ذکر موجود ہے حافظ سیوطی اپنی تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں کہ یہی وہ مقام تھا جہاں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے توبہ کی، یہی وہ مقام تھا جہاں خدا نے اپنے فرشتے حضرت جبرئیلؑ کو حضرت سلیمانؑ کے پاس بھیجا تھا۔ یحیٰ اور زکریاؑ کو بشارت دی تھی۔ حضرت داؤدؑ کو مسجد اقصیٰ کا نقشہ دکھایا تھا، روئے زمین کے حیوانوں کو آپ کا تابع بنایا تھا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں پیغمبروں نے قربانیاں دیں، حضرت عیسیٰؑ پنگوڑے میں گویا ہوئے اور یہیں سے آسمانوں پر اٹھائے گئے اور یہی مقام ہے جہاں وہ آسمان سے زمین پر اتریں گے، یاجوج ماجوج روئے زمین پر استیلاء حاصل کریں گے۔ اور یہیں خدا ان کو نیست و نابود کر دے گا یہی وہ مقام ہے جہاں تمام انسان دوبارہ زندہ ہو کر فیصلے کے لئے جمع ہوں گے اور اللہ تعالےٰ فرشتوں کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں جلوہ گر ہوگا۔

غرض یہی وہ مقام ہے جو صدہا پیغمبروں کا مولد و مدفن ہے، تہذیب عالم کا سرچشمہ ہے اور مسلمانوں کے علاوہ عیسائیوں اور یہودیوں کا بھی مرجع عقیدت ہے۔

یروشلم کے سرداروں کے نام خط

جنگ یرموک کے بعد مسلمانوں کا لشکر بیت المقدس کی طرف بڑھا۔ اس کے سپہ سالار عمروؓ بن العاصؓ تھے انہوں نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو عیسائی قلعہ بند ہو کر چار ماہ تک لڑتے رہے۔ حضرت ابو عبیدہؓ شام کی مہم پر روانہ تھے وہاں سے سیدھے بیت المقدس پہنچے اور محاصرین میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے یروشلم کے سرداروں کو اس مضمون کا خط لکھا:۔

"صحت اور خوشی ان لوگوں کو ہے جو راہِ راست پر چلتے اور اللہ کے رسول پر ایمان لاتے ہیں ہم تم سے یہ چاہتے ہیں کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جب تم ایمان لاؤ گے تو ہمیں حرام ہے کہ تمہیں ماریں یا تمہارے بال بچوں کو ہاتھ لگائیں اور اگر تم ایمان نہیں لاتے تو ہم کو خراج دو اور ہماری حمایت میں رہنا اختیار کرو۔ اور جو یہ بھی نہ مانو گے تو میں تمہارے مقابلہ میں ایسے لوگ لاؤں گا جو اللہ کی راہ میں شہید ہونے کو عزیز رکھتے ہیں اور ہم بغیر فتح کے یہاں سے نہیں ٹلیں گے۔"

عیسائیوں کو جب اپنی شکست کا یقین ہو چلا تو انہوں نے صلح کرنے کی ٹھانی۔ روز مشورہ ہوتا رہا۔ بالآخر یہی طے پایا کہ صلح کر لی جائے چنانچہ سفیرونیس نے کہلا بھیجا کہ یہ پاک مقام ہے۔ اس کو میں خلیفۃ المسلمین کے سوا اور کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔ وہ خود تشریف لائیں اور صلح نامہ اپنے ہاتھ سے لکھیں۔

چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ آپ فوراً بیت المقدس پہنچیں کیونکہ اس کی فتح آپ کی آمد پر منحصر ہے۔ حضرت عمرؓ نے خط پڑھتے ہی خلافت کا کام حضرت عثمانؓ کے سپرد کیا اور خود بیت المقدس کی طرف چل پڑے۔ وہاں بڑی بے تابی سے آپ کا انتظار ہو رہا تھا۔ آپ کے پہنچتے ہی عیسائیوں کا سفیر حاضر ہوا اور کہا کہ ہم آپ سے صلح کرتے ہیں ہم سے خراج لے کر اپنا باجگذار بنا لیا جائے چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

یہ ایک تحریر (منجانب عیسائی باشندگان بیت المقدس) جو مرتب کی گئی حضرت عمرؓ خلیفۃ المسلمین کے نام

جب آپ ہم پر غالب آئے ہم نے آپ کی اطاعت منظور کی اور ہم نے اپنے تئیں اپنے بچوں اور ہم مذہبوں اور اپنے مقبوضات کو آپ کے حوالہ کر دیا اور ہم سے ازراہِ عنایت آپ نے عہد کیا کہ چھوٹے بڑے گرجوں، خانقاہوں اور راہبوں کے

(باقی ص ۱۹)

مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی عظمت و جلالت

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

یہ وہ بابرکت مقام ہے جو شہر یروشلم ملک فلسطین میں واقع ہے۔ اقصیٰ نام اس لئے مشہور ہوا ہے کیونکہ یہ مکہ سے بہت دُور ہے۔

یہ وہ مقام ہے جہاں بابل اور نینوا کے بادشاہوں کی حکومت تھی۔ اسی زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اصلی وطن سے ہجرت کر کے ملک شام میں آ رہے تھے۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کو قبلہ بنایا تھا، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے زمانہ میں اس ملک کا حدود اربعہ وسیع ہو گیا تھا۔

شہر یروشلم میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ہوئی تھی۔ یہاں سے ۶۲ میل کے فاصلہ پہ ایک اور جگہ ناصرہ نامی ہے جہاں حضرت مسیح علیہ السلام رہا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کی امّت نصرانی کہلاتی ہے۔

یہ وہ مقام ہے جہاں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری اور باطنی برکات رکھی ہیں۔ مادی حیثیت سے چشمے، نہریں، غلے، پھل، میووں کی افراط ہے اور روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو بہت سے انبیاء و رُسُل کا مسکن و مدفن اور ان کے فیوض و انوار کا سرچشمہ رہا ہے اور اکثر انبیاء علیہم السلام کا قبلہ رہا ہے۔ انبیائے کرام کے جسم کا زمین کے ساتھ چھونا دنیاوی برکت کا ذریعہ ہے۔ اور ان کا قبلہ ہونا روحانی برکت ہے۔

جب مسجد اقصیٰ کے گرد و نواح میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے۔ پھر مسجد تو بدرجۂ اولیٰ برکت والی ہو گی۔ یہود کا قبلہ یہی مقام ہے اور نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس کے مشرقی جانب ہے جہاں حضرت عیسیٰؑ کا نفخ رُوح ہوا تھا۔

یہ وہ مقام ہے جہاں خانہ کعبہ کے قبلہ مقرر ہونے کے بعد درمیان میں ۱۷ ماہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی قبلہ مقرر رہا۔ اس کے بعد دوبارہ خانہ کعبہ ہی مستقبل قبلہ رہا۔ تحویل قبلہ امتحاناً تھا جناب رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام انبیاء کے کمالات کے جامع، اور آپؐ کی رسالت جملہ عالم اور تمام امتوں کے لئے شامل ہے اس لئے ضروری تھا کہ استقبال بیت المقدس کی بھی نوبت آئے۔

یہی وجہ ہے کہ شب معراج میں اس مقام پہ تمام انبیائے سابقین سے ملاقات بھی ہوئی اور اس کے بعد استقبال بیت المقدس کا بھی حکم ہوا۔

نبیٔ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مسجد اقصیٰ میں شب معراج میں لے جانے کا شاید یہ بھی سبب ہو کہ جو کمالات انبیائے بنی اسرائیل وغیرہ پر تقسیم ہوئے تھے۔ آپ کی ذات بابرکات میں وہ سب جمع کر دئے گئے۔ جو نعمتیں بنی اسرائیل پہ نازل ہوتی تھیں ان پر اب بنی اسمٰعیل کو قبضہ دلایا جانا ہے خانہ کعبہ اور بیت المقدس دونو کے انوار کی حامل ایک ہی امّت ہونے والی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا وجود تمام پہلے اور پچھلے نبیوں کے ملاپ کا مرکز تھا۔ اسی طرح ابراہیمی عبادت گاہ بھی تمام پہلی اور پچھلی قوموں کے اتحاد اور اتفاق کا مستقل قبلہ قرار پائی گئی ہے۔

احادیثِ معراج میں تصریح ہے کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام نے آپؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سیادت و امامتِ انبیاء کا منصب دیا گیا تھا اس کا حسی نمونہ آپ کو شبِ معراج میں دکھلایا گیا۔

یہ وہ مقام ہے جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مسجدوں میں سے ایک اس مسجد کی زیارت کی اجازت دی۔ (مسجد الحرام، مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی)

مسجد اقصیٰ وہ متبرک مسجد ہے جس میں ایک نماز کا ثواب باقی عام مسجدوں کی نسبت پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

یہ وہ مقام ہے جہاں مسجد حرام کے بعد دوسرے نمبر پہ مسجد اقصیٰ تعمیر کی گئی ہے۔

یہ وہ مقدس مقام ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کے زمانے سے لے کر حضرت داؤدؑ تک بنی اسرائیل کے لئے کپڑے کی مسجد رہی۔

یہ وہ متبرک مقام ہے جس کو حضرت سلیمانؑ نے سونے کی چادروں سے چھت اور دیواروں کو مرصع دیا، جس سے تمام ہیکل روشن ہو گئی۔ سلیمانؑ ۴۰ برس سلطنت کر کے پورا نوے برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ پھر چار سو برس یروشلم میں متعدد بادشاہ گذرے۔ سلیمان علیہ السلام کی وفات کے تھوڑے دنوں بعد حاکم بیت المقدس نے بے دینی اختیار کی۔ اس پر شاہِ مصر چڑھ آیا اور بیت المقدس سے بہت سا اسباب چاندی و سونے کا لوٹ لے گیا مگر شہر اور مسجد کو منہدم نہیں کیا۔ تخمیناً چار سو سال بعد بعض لوگوں میں بت پرستی اور بعض میں نااتفاقی پیدا ہو گئی۔ مصر کا ایک اور بادشاہ چڑھائی کر آیا۔ کسی قدر شہر اور مسجد کو نقصان پہنچا۔

چند سال بعد بخت نصر شاہ بابل نے چڑھائی کی اور شہر کو فتح کر کے اپنے ساتھ بہت سے قیدی لے گیا اور مال و دولت لوٹا اور ایک شخص کو پہلے بادشاہ کے خاندان میں سے اپنا نائب مقرر کر کے چلا گیا۔

اس شہر میں سب سے مقدس اور متبرک وہ مقام ہے جو مسجد الصخرہ کے نام سے مشہور ہے جس کو حضرت عمرؓ نے تعمیر کرایا تھا۔ اس نئے بادشاہ نے جو کہ بت پرست و بدکار تھا بخت نصر سے بغاوت کی، وہ پھر چڑھ آیا اور اس قدر کشت و خون قتل و غارت کیا جس کی حد نہیں۔ شہر اور مسجد میں آگ لگا دی۔ یہ حادثہ عظیم چار سو پندرہ سال بعد تعمیر مسجد گذرا ہے اور اس کے بعد یہود جلاوطن ہو کر ۷۰ سال تک بابل میں نہایت ذلت و خواری سے رہے۔ پھر شاہ بابل کا شاہِ ایران کے ہاتھوں استیصال ہوا۔ یہود نے شاہانِ ایران کی مدد سے پھر مسجد کو پہلے نمونہ پر تیار کیا۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

درس قرآن

از حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب واہ کینٹ —— مرتبہ: محمد عثمان غنی

(۴)

مَیں اس پر عرض کر رہا تھا کہ علمائے حق نے، علمائے حدیث نے محدثین رحمہم اللہ علیہم نے روایت بالمعنیٰ کو بھی نہیں قبول کیا۔ صحیح مسلم میں روایت آتی ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا۔ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ (الفاظ یہ تھے) اور راوی نے اپنے الفاظ میں یہ کہا وَ مَنْ یَّعْصِہِمَا۔ بجائے اس کے کہ "اللہ" کا لفظ ذکر کرتا۔ اللہ کے رسولؐ کا لفظ ذکر کر دیا۔ ضمیر لے آیا۔ تو سننے والوں نے کیا کہا؟ بِئْسَ الْخَطِیْبُ اَنْتَ۔ تُو بہت بُرا خطیب ہے کہ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام کو تُو نے بدلا دیا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو اللہ کا نام لیا اور رسول کا اور تُو نے ضمیر بیان کر دی۔ بِئْسَ الْخَطِیْبُ اَنْتَ تُو بہت بُرا خطیب ہے (مسلم میں یہ روایت موجود ہے) اس لئے اللہ تعالٰے اگر آپ کو شوق دے بخاری مسلم عربی میں پڑھنے کا تو آپ دیکھیں گے کہ بہت جگہ پر راوی کہہ دیتا ہے اَوْ۔ لفظِ اَوْ آتا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ فرمایا، یا یہ فرمایا۔ جب راوی کو شک ہو جاتا ہے تو پھر وہاں پر لفظ اَوْ کا لے آتا ہے۔ اب مجھے بھول گیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ لفظ فرمایا یا یہ فرمایا۔ راوی دیانت کے ساتھ اس بات کو بیان کرتا ہے۔ راوی کوئی میٹرک فیل کلرک نہیں ہوتا جیسے ہم سمجھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی عمریں لگا دیں، زندگیاں ختم کر دیں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیثوں کو جمع کرنے کے لئے۔ مگر امت، نا قدر امت ہے بے قدر امت ہے، آج بخاری پہ تنقیدیں، مسلم پہ تنقیدیں اور میٹرک فیل ایک "تفسیر" لکھ دے، واہ جی! کمال کر دیا، نماز کو چھٹی دے دی، روزے کو چھٹی دے دی، کمال کر دیا، اسلام کو چھٹی دے دی۔ بڑا اچھا "مصنّف" ہے۔ تو حدیثوں میں تو روایت بالمعنیٰ بھی قبول نہیں ہے۔ حدیثوں میں یہ مسئلہ ہے، قرآن میں کیسے ہو سکتی ہے بھائی؟

مَیں عرض کر رہا تھا اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا۔ ہم نے قرآن کو اتارا عربی زبان کا قرآن۔ اور یہی بات میرے بزرگو فرمائی سورتِ زخرف میں۔ اللہ فرماتے ہیں، اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ وَ اِنَّہٗ فِیْٓ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ ۝ (الزخرف ۳، ۴) فرمایا کہ ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اتارا۔ وہاں سورتِ زخرف میں ایک اور بات بیان فرما دی کہ تم یہ مت سمجھو کہ یہ عربی جو تھی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان تھی تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عربی میں کہا۔

بات سمجھیں، وحی کا مسئلہ آگیا۔ (اللہ مجھے آپ کو نورِ معرفت سے منور فرمائے) فرمایا کہ یہ نہیں ہے کہ مَیں نے کچھ اور کہا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) چونکہ عربی بولنے والے تھے اس لئے انھوں نے کہا کہ اللہ یہ کہتا ہے ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْہِ ۛ یہ نہیں ہے بلکہ مَیں نے یوں ہی اتارا ہے ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْہِ ۛ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود نہیں کہا۔ چنانچہ سورتِ زخرف میں تفصیل فرمائی اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ —— وَ اِنَّہٗ، اور بے شک یہ عربی قرآن۔ فِیْٓ اُمِّ الْکِتٰبِ، لوحِ محفوظ میں یوں ہی موجود ہے۔ لَدَیْنَا، میرے حضور، لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ ۝ بہت بڑے بلند مقام کا یہ کلام ہے —— حَکِیْمٌ —— بڑا پختہ کلام ہے، دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں مٹا سکتی۔

یہاں پھر فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا۔ تو ایک شبہ پیدا ہوتا تھا۔ کہ چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عربی زبان بولنے والے تھے۔ حضورؐ کی مادری زبان عربی تھی لہٰذا اللہ نے تو کچھ اور فرمایا —— جیسے کبھی کبھی ہمارے بھائی مثالیں دے دیتے ہیں ایسی —— تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) چونکہ عربی بولنے والے تھے تو آپؐ نے اس کا ترجمہ عربی زبان میں کر دیا۔ فرمایا نہیں، نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ ہم نے تو قرآن نازل کیا ہے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عربی زبان میں اور یہ عربی زبان اصلی زبان ہے قرآن کی۔ اس لئے میرے بزرگو! قرآن کے الفاظ بھی معجزہ، قرآن کے معانی بھی معجزہ —— توراۃ کے الفاظ معجزہ نہیں ہیں، توراۃ معجزہ نہیں ہے، انجیل معجزہ نہیں ہے، زبور معجزہ نہیں ہے۔ کیونکہ الفاظ وہاں نبیوں کے ہیں معانی اللہ تعالٰے کے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنی طرف سے، اپنی بولی میں لوگوں کو یوں سمجھایا اور یہاں پہ الفاظ بھی اللہ تعالٰے کے، معانی بھی اللہ تعالیٰ کے مراد بھی اللہ تعالٰے کی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ناقل ہیں، بات نقل کر رہے ہیں۔

ایک بڑا فتنہ یہ بھی ہے کسی "مصنّف" نے لکھا ہے کہ جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قرآن پیش کیا حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل کی آواز تھی، دل میں ایک خیال آیا (اللہ تعالٰے ہمارے ملک کو ایسے فتنوں سے محفوظ رکھے) کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں جب خیال آتے تھے، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو اپنے الفاظ میں ادا کر دیتے تھے۔ مَیں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں میرے بزرگو! بات سمجھا کیجئے۔ دیکھئے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تو یہ فرمایا گیا۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝ —— قُلْ، کہہ دیجئے آپؐ۔ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝ اللہ یکتا ہے۔ یہ دل سے آواز آئی یا کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے؟ قُلْ، کہہ دیجئے معلوم ہوتا ہے قائل کون ہے؟ اللہ کی ذات ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے دل سے قرآن نہیں بنایا، کہ دل میں ایک خیال آیا، بیان کر دیا گیا۔

الحاد ہے، زندقہ ہے، قرآن کے
ف یہ ایک بہت بڑی سازش ہے۔
ر رکھئے قرآن کے الفاظ بھی من جانب اللہ
آن کے معانی بھی من جانب اللہ، ہم
ب قرآن پڑھتے ہیں، ہمیں یقین ہوتا
ے کہ ہم وہی بات پڑھ رہے ہیں
اللہ نے نازل کی محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔ ہم جب
رآن کی تلاوت کرتے ہیں، ہمیں یقین
تا ہے کہ یہ وہی الفاظ ہیں جو
زل ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ
الی علیہ وسلم پر۔ ہمیں قرآن کے الفاظ
ں فوری حق معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر
م میں اپنی دیانتداری ہو، تقویٰ ہو۔
فرمایا کہ ہم نے جو قرآن اتارا وہ
رآن عربی ہے۔ بلکہ ہمارے محدثین
حمۃ اللہ علیہم نے، قسطلانی بخاری کی
شرح ہے، اس میں ایک قول موجود ہے
نھوں نے تو فرمایا کہ جتنے الہام نازل
ئے ہر نبی پر، عربی زبان میں نازل
ئے اور نبی نے پھر اپنی امت کو
پنی زبان میں ترجمہ کر کے بتایا ——
رات بھی عربی میں اُتری، انجیل بھی
ربی میں اُتری، زبور بھی عربی میں
تری، ہر نبی پر جو الہام ہوا وہ عربی
بان کا الہام تھا۔ نبی نے پھر اپنی
نت کو کبھی عبرانی میں سمجھایا، کبھی سُریانی
ں سمجھایا۔ الہام کی زبان ہے ہی عربی۔
ں لئے ہم کہتے ہیں قرآن مجید اللہ کا
لام ہے۔ الفاظ بھی من جانب اللہ،
عانی بھی من جانب اللہ —— مراد بھی
ن جانب اللہ۔

فرمایا۔ اِنَّا اَنۡزَلۡنٰہُ۔ ہمیں نے اتارا
ں قرآن مجید کو۔ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا۔ عربی
بان کا قرآن لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ تاکہ
بات کو سمجھ سکو۔ پہلے مخاطب تو
رب ہی ہیں۔

فرمایا۔ چونکہ تمہاری زبان عربی ہے۔
ں تم جلدی سمجھ لوگے، تم حجت نہ
سکوگے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) تم
ں مبعوث ہوئے خاتم الانبیاء صلی اللہ
یہ وسلم —— اور ویسے بھی میرے بزرگو!
ربی زبان وہ جامع زبان ہے کہ دنیا
کوئی بھی زبان اس کا مقابلہ نہیں
سکتی۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ آج ہم
ل کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ آج عربی کے
ب نہ مولوی جاتا ہے نہ پیر نہ آپ

لوگ جاتے ہیں۔ کالجوں میں جا کر دیکھیں
تو بچارے پانچ چھ بچے ہوتے ہیں وہ
بھی خوش بخت ہیں۔ انگریز چلا گیا لیکن
انگریزی کے ساتھ ہم ایسے چمٹ گئے
اللہ ہمیں اس انگریزی سے بچائے۔
زبان کے طور پر تو ٹھیک ہے لیکن
عشق اور اولیت انگریزی کو دی جائے
یہ بات درست نہیں ہے۔

قرآن مجید میرے بزرگو! عربی میں
نازل ہوا۔ اور فرمایا لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝
تاکہ تم بات کو سمجھو۔

اس پر میں بات عرض کر رہا تھا
کہ جتنی جامع عربی زبان ہے دنیا میں
اتنی کوئی زبان جامع نہیں ہے۔ اگر
میں اس پر کچھ عرض کروں تو بہت
بہت وقت صرف ہو جائے گا۔ اس کے
متعلق علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں۔
کہ عربی زبان اُمّ الالسنہ ہے، سب
زبانوں کی ماں ہے عربی زبان۔ عربی زبان
اتنی جامع زبان، اتنی مفصل زبان، اتنی
مفید زبان، ذہن میں جلدی آنے والی
زبان۔ مگر زبان کو منوانے والی کون
ہے؟ قوم — اگر قوم اپنی زبان کو
چھوڑ دے، بولی کو چھوڑ دے تو کون
قبول کرے گا؟ اس لئے میرے بزرگو!
دیکھیں آج سے تقریباً پانچ چھ سو
سال پہلے سارے ملک اسلامیہ کی زبان
جو دینی زبان تھی وہ عربی زبان تھی۔
ہمارے ہاں جہاں بھی کسی مصنف نے
کوئی کتاب لکھی ہے عربی زبان میں لکھی
ہے۔ ریاضی کی لکھی ہے یا فلسفے کی لکھی
ہے کہ وہ حدیث کی ہے کہ فقہ کی،
ہے کہ تفسیر کی ہے۔ اور وہ لکھنے والا
خواہ وہ ایران کا ہے، فارس کا ہے
خواہ وہ شام کا ہے، خواہ وہ مصر
کا ہے، خواہ وہ برصغیر کا ہے، خواہ
وہ انڈونیشیا کا ہے۔ جہاں کہیں مصنف
تھے پہلے زمانے میں۔ انھوں نے جو
علمی زبان اختیار کی تھی وہ عربی زبان
تھی۔ اور عبادت کے طور پر بھی عربی
زبان ہے۔ اور آج جتنا ذخیرہ علوم وفنون
کا عربی میں ہے اتنا ذخیرہ کسی اور زبان
میں نہیں ہے۔ یہ جو ہمارے سروں پر
مسلط تھے کبھی — یہ انگریز بہادر —
یہ بے چارے تو بارھویں صدی عیسوی
تک دنیا سے بھاگتے تھے۔ ان کے ہاں
تو نہ دین تھا نہ دنیا تھی، کچھ بھی نہیں

تھا۔ یہ تو مسلمانوں کو دعا دیں جنھوں
نے قرطبہ یونیورسٹی اور غرناطہ یونیورسٹیاں
قائم کیں اور وہاں سے یہ پڑھ پڑھ کر
نکلے اور پھر ہم عیاشیوں میں مبتلا
ہو گئے۔ وہ جو ہمارے شاگرد تھے
ہمارے رہنما بن گئے۔ اور ہم نے
بھی ان کو رہنما کے طور پر کچھ زمانہ
قبول کیا — اللہ کرے کہ ہم خود
رہنما بننے کی کوشش کریں۔

فرمایا۔ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ تاکہ تم
بات کو سمجھ سکو۔

اس پر میں عرض کر رہا تھا۔ عربی
زبان عقل و دانش کی زبان، عربی زبان
عقل و فہم کی زبان، عربی زبان سمجھ و تدبر
کی زبان ہے۔ کوئی بھی زبان اس کا
مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: مجلس ذکر

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چناں تسبیح کہ دارد اثر

زبان سے اللہ اللہ کا نام لینا،
انشاء اللہ وہ انسان کے بدن میں راسخ
ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی آپ کو بھی
ذکر کی مزید توفیق عطا فرمائے اور
اس آستانہ عالیہ کے ساتھ ہمیں قیامت
تک متعلق رکھے۔ حضرتؒ کی برکات اور
تصرفات روحانی جو ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں
دنیا میں بھی نصیب فرمائے۔ ہماری قبر
میں بھی اُن انوار کی اللہ تعالیٰ روشنی
فرمائے اور قیامت میں بھی حضرتؒ کی
معیت ہم کو نصیب فرمائے، اس
سجادے کو اللہ تعالیٰ تاقیامت اسی طرح
پُر نور اور آباد رکھے۔ اللہ مجھ سے،
آپ سے، سب سے راضی ہو۔ آمین!

مولانا سمیع اللہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

ایک عظیم دینی رہنما:

امداد صابری دہلوی

مولانا سمیع اللہ صاحب کے دادا شیخ علیم اللہ صاحب اور والد ماجد مولانا نعیم اللہ صاحب تھے جو ایک مدرسے میں پڑھاتے تھے، اور حکمت بھی کرتے تھے۔ مولانا سمیع اللہ صاحب ضلع ہردوئی میں ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ مدرسہ عین العلوم شاہ جہان پور میں فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم دو سال تک پائی۔ اس کے بعد مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہوئے چار سال تک عربی کی درمیانی کتابیں مولانا صدیق احمد صاحب مولانا اسعد اللہ صاحب اور مولانا عبداللطیف صاحب وغیرہ سے پڑھیں اور دیوبند چلے آئے وہاں دورہ حدیث مولانا حسین احمد مدنی صاحب سے ختم کیا۔

مدرسہ دیوبند میں اصلاح پسند نوجوان طلبہ نے جمعیۃ الطلبہ کے نام سے ایک جماعت بنا رکھی تھی جو اس زمانہ کی باغی جماعت مانی جاتی تھی۔ اور اس نے کافی سے زیادہ اصلاحی کام کیے تھے۔ مولانا سمیع اللہ صاحب اس جماعت کے ناظم تھے۔ جمعیۃ الطلبہ کا باقاعدہ دفتر تھا۔ اس میں اخبارات آتے تھے۔ طلبہ اخبارات پڑھنے کے ساتھ دفتر میں سیاسی مسائل پر تبادلہ خیالات کرتے تھے اور مدرسہ کی اصلاح کے لیے بھی پروگرام بناتے تھے۔ طلبہ میں سیاسی ذوق پیدا کرنے کے لیے اور قومی و ملکی کاموں میں حصہ لینے کے لیے ایک قلمی اخبار جمہور بھی نکالتے تھے۔ جس میں مولانا سمیع اللہ صاحب کے بھی مضمون ہوتے تھے۔ یہ قلمی اخبار طلبہ کے کمروں میں پہنچایا جاتا تھا۔ اس جماعت کے دفتر میں طلبہ کو تقریروں کی بھی مشق کرائی جاتی تھی۔

جمعیۃ الطلبہ نے جو تحریک شروع کی تھی اس نے کافی اہمیت حاصل کی تھی۔ مقصد مدرسہ کی اصلاح تھی۔ چنانچہ زعیم الملت حضرت مولانا محمد علی جوہر جب دیوبند پہنچے، اور مدرسہ کے ذمہ دار لوگوں اور جمعیۃ الطلبہ کے ارکان کے جب آپ نے بیان لیے تو جو بیان مولانا سمیع اللہ صاحب نے دیا تھا۔ اس سے مولانا محمد علی جوہر صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور مجمع عام میں کھڑے ہو کر آپ کو گلے سے لگایا اور فرمایا تمام طلبہ میں اس طالب علم کا بیان نہایت معقول تھا۔

آپ کی شادی ۱۹۳۰ء میں حضرت العلامہ مفتی اعظم محمد کفایت اللہ صاحب کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی۔ شادی کے بعد آپ دہلی آ گئے تو مفتی صاحب نے آپ کو کتب خانہ رحیمیہ میں ملازم رکھا۔ اسی اثناء میں آپ نے دہلی کے مذہبی مدرسوں کے طلبہ اور اساتذہ کی ایک جماعت شبان المسلمین قائم کی۔ اور برطانوی حکومت کے خلاف مدرسوں کا متحدہ محاذ بنانے کے لیے خفیہ اجلاس کیے۔ حکومت کو جب پتہ چلا تو آپ کو ۱۹۳۶ء میں دہلی حکومت نے نوٹس دیا۔ کہ تم دہلی شہر سے چوبیس گھنٹے کے اندر نکل جاؤ۔ جلاوطنی کی مدت گزرنے کے بعد آپ نے ۱۹۳۷ء میں کتب خانہ عزیزیہ اردو بازار جامع مسجد دہلی قائم کیا۔ اور کانگریس میں شامل ہوئے صوبہ کانگریس کمیٹی دہلی اور ضلع کانگریس کمیٹی دہلی کے کافی عرصہ تک ممبر رہے۔ قومی تحریکوں میں حصہ لیا۔ مجلس احرار اسلام میں بھی کام کیا۔ اس کے صدر اور جنرل سیکرٹری عرصہ تک رہے۔ نیتاجی سوبھاش چندر بوس نے فارورڈ بلاک قائم کیا۔ تو اس کے پروگرام کو کامیاب کرنے کے لیے حصہ لیتے رہے۔

دہلی میونسپل کمیٹی کی بدعنوانیوں کی اصلاح کرنے کے لیے دہلی کی سیاسی جماعتوں کے نوجوانوں نے اصلاح میونسپل کمیٹی قائم کی تھی جس کا صدر راقم الحروف امداد صابری اور مولانا سمیع اللہ صاحب نائب صدر تھے۔ اس کمیٹی نے بجلی کے نرخوں کے اضافہ کے خلاف ۲۷ جولائی ۱۹۳۹ء کو ٹریموے کے بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ اس لیے کہ ٹریموے کمپنی کے اہتمام میں ٹریموے چلتی تھی۔ اصلاح میونسپل کمیٹی کی طرف سے شہر کے لوگوں کی سہولت کے لیے تانگوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ تاکہ لوگ ٹریموے میں نہ بیٹھیں۔ سینکڑوں تانگوں پر سرخ جھنڈے لگے ہوئے تھے۔ تانگوں کا نرخ دو ٹریموے اسٹیشن تک ایک پیسہ مقرر کیا گیا تھا۔ صبح کو صدر بازار میں تانگے والوں نے ٹریموے کے بائیکاٹ کی آوازیں لگائیں۔ پبلک جمع ہو گئی لڑکوں نے بھی دلچسپی لی۔ پولیس کی جمعیت آ گئی اور اس نے تانگے والوں پہ ڈنڈے بازی کی۔ اور دس بارہ تانگہ والوں کا چالان کیا۔ اس مجمع کی قیادت مولانا سمیع اللہ صاحب کر رہے تھے۔ مولانا سمیع اللہ صاحب اور مولانا نورالدین بہاری ہم شکل تھے۔ ٹریموے کے ملازمین مولانا سمیع اللہ صاحب کی بجائے مولانا نورالدین کا نام لکھوایا۔ جس کی بنا پر مینیجر ٹریموے کمپنی نے مولانا نورالدین کے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کرائی کہ یہ ایک تانگہ کو ٹریم سے ... کی تقلید کر رہے تھے۔ جس پر پولیس نے دفعہ ... میں گرفتار کر لیا۔ اور مقدمہ درج کر لیا۔ مقدمہ کے اثناء میں مولانا سمیع اللہ صاحب مولانا نور... صاحب سے برابر کہتے رہے۔ اور بے... اصرار کیا کہ آپ پولیس میں میرا نام لے ... لیکن مولانا نورالدین صاحب اس بات کے ... تیار نہیں ہوئے۔ ان پر عدالت کی طرف ... جرمانہ ہوا۔ جس کی ادائیگی شیخ محمد اسماعیل ... کی۔ ۱۹۴۲ء کی تحریک میں مولانا سمیع اللہ صاحب کے انقلابی کاموں کی وجہ سے حکومت دہلی نے آپ کو علاقے میں نظربند کر دیا اور تھانہ میں حاضری دینے کی پابندی لگائی۔ اس پابندی کو توڑنا چاہتے تھے۔ کیونکہ ان ... کافی اہم سیاسی کام سونپے گئے تھے۔ اس پر انہیں پابندی توڑنے سے منع کر دیا ... تھا۔

۱۹۵۵ء میں کرنل ناصر دہلی آ گئے۔ مولانا کرنل ناصر کے خلاف اس لیے تھے کہ اس ... اخوان المسلمین کے جان نثار حق گو علماء ... پھانسیاں دلوائی تھیں۔ اس وجہ سے مولانا ... جامع مسجد میں ان کے بائیکاٹ کا اعلان ... اس دن کرنل ناصر نہیں آ سکے۔ سوڈان ... وزیر اعظم آ گئے۔ جمعہ کی نماز سے پہلے مسجد دہلی میں مولانا نے اپنی تقریر میں کرنل ناصر کے ان اعمال پر روشنی ڈالی۔ اس تقریر ... حکومت نے خلاف قانون سمجھا۔ اور آپ ... خلاف سیفٹی ایکٹ کے تحت مقدمہ چلا... اپریل ۱۹۵۶ء کو مسٹر ایم۔ آر۔ وید کی عدالت ... تا عدالت برخواست کی سزا ہوئی۔ اور ... ہزار روپیہ جرمانہ ہوا جو اپیل میں ختم ہو گ... ۱۹۶۶ء میں بھی کرنل ناصر دہلی میں ... ناصر کے دہلی میں آنے سے قبل مولانا ابوالف... صاحب اور ان کے بیس ساتھیوں کے مولانا سمیع اللہ کو بھی تہاڑ جیل میں نظربند ... اور کرنل ناصر کے جانے کے بعد ان حضر... کی رہائی ہوئی۔ کتب خانہ عزیزیہ والی ... ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں ہند... کے مشہور لیڈر نیتاجی سوبھاش چندر بوس، ... حسین احمد مدنی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، ... تنگر لال، نوابزادہ لیاقت علی خان، مسٹر آصف ... مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا حسرت موہانی، ... احمد سعید صاحب اور بھی کن کن لیڈروں ا...

اور شاعروں کا نام لکھوں تقریباً ہندوستان کا ہر معروف آدمی اس دکان پر آتا تھا۔ اور مولانا سمیع اللہ کے حسنِ سلوک سے بیحد متاثر ہوتا تھا۔ ان میں کسی مسلک و عقیدت کی قید نہیں تھی۔ کسی جماعت کی تمیز نہیں تھی ہر سیاسی مذہبی اور اصلاحی جماعت کے لوگوں کو مولانا اپنے اخلاق سے اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔ ان کی دُکان نہ صرف تاجرانِ کتب کی آماجگاہ تھی۔ بلکہ اس دُکان پر کاروبار کم اور ذہنی تفریح زیادہ ہوتی تھی۔ مولانا خود شاعر نہ تھے۔ لیکن خاص طور پر شاعروں سے بے پناہ محبت اور لگاؤ رکھتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ وہ ایک اچھے مرنجاں مرنج رہنما تھے لیکن ۱۹۴۷ء کے بعد تنگ کر انہوں نے اپنی دکان سے ہی عشق شروع کر دیا تھا۔ یہیں بیٹھ کر وہ سیاسی، ادبی اور مذہبی لوگوں سے باتیں کرکے اپنے دل کی بھڑاس نکال لیا کرتے تھے۔ دوسرے معنوں میں یوں سمجھیے کہ اپنے دل کے جلے پھپھولے پھوڑ لیا کرتے تھے۔ شعراء میں ان کے ہاں قطعی کوئی تمیز نہیں کی جاتی تھی۔ رجعت پسند شاعر ہو یا ترقی پسند نہرو بھگت ہو یا روس چین کا دلدادہ، ریاستوں میں مصاحب رہا ہو یا انقلابی فقیر منش ہو یا شوقیہ شاعری کرنے والا رئیس گھرانے کا ہو۔ اسلام کا شیدائی ہو یا ہندو دھرم کا دلدادہ غرضیکہ سب ہی کے ساتھ ایک جیسا لگاؤ اور ایک جیسا سلوک تھا۔ بس شرط ایک تھی کہ شاعر ہو یا شاعروں کی نقل کرتا ہو اور اگر ترنم سے پڑھتا ہو تو کیا ہی کہنا۔ پھر مولوی صاحب ازاربند سے بندھا ہوا اپنا چابیوں کا گچھا نکال کر فوراً ہی اس کے لیے صندوقچے میں سے پیسے نکال کر چائے کی تواضع کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ شاعروں کی آواز پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ چھوٹا ہو یا بڑا مولانا اپنی زبان سے اکثر سب ہی کو بیٹا کہہ کر پکارنے میں ایک خاص لذت محسوس کرتے تھے لفظ بیٹا اس طرح ادا کیا کرتے کہ مخاطب کو ناگوار نہ لگتا۔ چاہے وہ اسی نوے سال کا بزرگ ہی کیوں نہ ہو۔

مولانا سمیع اللہ صاحب طبعاً جنگجو نہیں تھے بلکہ صلح کل انسان تھے۔ ان سے کوئی گستاخی بھی کرتا تو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے تھے۔ یہ ادا ان کی نرالی تھی۔ سخت سے سخت لڑائی کے بعد دوسرے دن اس کے گھر پر پہنچ جاتے تھے۔ اور معذرت کرتے تھے۔ زیادہ دیر لڑائی باقی نہیں رکھتے تھے۔ مصیبت زدہ کو دیکھ کر بے تاب ہو جاتے تھے۔ اس کی ہر ممکن مدد کرتے یا کرا دیتے تھے۔ بھٹکے ہوئے مسافر اپنے وطن کے جانے کے لیے ٹکٹ کے ضرورت مند کو ان کے پاس جانے کی دیر ہوتی تھی۔ وہ فوراً اس کے لیے ٹکٹ کا بندوبست کرا دیتے تھے۔ کسی انجان یا ناواقف آدمی کو دیکھ کر دکان پر بلا لیا کرتے تھے۔ اس کے ٹھہرنے کے لیے بلا اجرت جگہ دیتے تھے۔ اس کے پاس اگر رقم ہوتی۔ تو اپنے پاس بطور امانت رکھ لیتے تھے۔ اور چلتے وقت اس کو پوری رقم واپس کر دیتے تھے

مولانا سمیع اللہ صاحب کے آخری دو سال بیماری میں گزرے کمزوری بڑھتی چلتی گئی۔ دکان کا آنا جانا اور نماز کا پڑھنا کسی وقت بھی نہیں رکا۔ آخری نماز مغرب کی بھی انہوں نے پڑھی۔ موت سے کون بچا ہے۔ ۱۶ اگست ۱۹۶۹ء کو رات کے آٹھ بجے دل کا دورہ پڑا۔ تین ہچکیاں لیں اور واصل بحق ہوئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۱۷ اگست کی صبح کو مولانا صاحب کی میت مسجد مولانا احمد سعید صاحب بازار مچھلی والان میں رکھ دی گئی۔ صبح سے شدید بارش ہو رہی تھی۔ اسی شدید بارش کی حالت میں ہزاروں لوگوں نے مولانا کے جنازہ کو کاندھا دیا۔ میت کے ساتھ دہلی کے ہر ایک سیاسی اور مذہبی جماعت کے ذمہ دار لوگ شریک تھے۔ گیارہ بجے جامع مسجد دہلی میں تبلیغی جماعت کے سربراہ مولانا انعام الحسن نے نماز جنازہ پڑھائی اور جامع مسجد کے شمالی دروازے کے باہر باغیچے میں میت کو دفن کیا۔ اسی جگہ پر جناب مولانا سید احمد بخاری شاہی امام جامع مسجد دہلی بھی دفن ہیں۔

مولانا سمیع اللہ صاحب کے پسماندگان میں ان کی بیوہ، تین صاحبزادے عبدالسلام عبدالعزیز اور عبدالحکیم ایک صاحبزادی ہیں۔ عبدالسلام صاحب اینگلو عربک ہائر سکنڈری سکول میں پڑھاتے ہیں۔ اور عبدالعزیز صاحب دہلی یونیورسٹی میں لیکچرار ہیں۔ عبدالحکیم صاحب ایم۔ اے کی تعلیم یونیورسٹی میں پا رہے ہیں ۔

بقیہ : مسجد اقصیٰ کی عظمت و جلالت

حالیہ سانحہ المیہ اسلامیانِ عالم کے لئے ایک غیرتِ اسلامی کو کھلا چیلنج ہے۔ سب ممالک اسلامیہ کو متحد ہو کر اس کا مقابلہ کرنا چاہئے جانی، مالی اور دیگر سب قسم کی قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ہر ملک میں مجاہدین کی بھرتی اور تربیت ہونی چاہئے۔ جہاد کے لئے ہر مسلمان کو تیار رہنا چاہئے۔

مساجد کے آئمہ کرام کو فجر کی جماعت میں قنوتِ نازلہ بلاناغہ عجز و انکسار اور خشوع و خضوع سے پڑھنی چاہئے تاکہ مسجدِ اقصیٰ مسلمانوں کے قبضہ میں دوبارہ جلد واپس آ جائے۔ آمین!

سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۱۱۸۷ء میں اس کو مسیحی اقتدار سے آزاد کرایا۔ ۱۹۱۷ء تک یہ مقام اسلامی توجہات کا مرکز رہا۔

ہفتہ وار درس حجۃ اللہ البالغہ

دورِ حاضر کے عمرانی مسائل پر فلسفہ ولی اللّٰہی کی روشنی میں سلسلۂ تقاریر

ولی اللہ سوسائٹی پاکستان (رجسٹرڈ) لاہور کے زیر اہتمام "حجۃ اللہ البالغہ" مصنفہ حکیم الامت حضرت امام ولی اللہ دہلویؒ کا ہفتہ وار درس ہر اتوار کو صبح ۹ بجے سے ۱۰ بجے تک بمقام دفتر سوسائٹی ۲۲۳۔ امین شاہ ولی اللہ روڈ، سمن آباد، لاہور ہوتا ہے۔ درس ولی اللہ سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری صاحب دیتے ہیں جو امام انقلاب شارح حکمت ولی اللّٰہی حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے فیض یاب ہیں۔ اور ان کے معتمد خصوصی رہ چکے ہیں۔ آغاز امام صاحب کے عمرانی افکار سے کیا گیا ہے۔ آخری پندرہ منٹ درس کے موضوع کے متعلق توضیحی سوال و جواب کے لئے مخصوص ہیں۔ اہلِ علم حضرات کے لئے "فلسفہ ولی اللّٰہی" کے خصوصی مطالعہ کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ باذوق اصحاب کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ تشریف لا کر اس مطالعے سے مستفید ہوں اور ان افکار کو پاکستان میں ایک ترقی کن خوشحال معاشرے کی تشکیل و تعمیر کے لئے بنیاد بنائیں۔

الداعی: محمد مقبول عالم بی اے جائنٹ سیکرٹری ولی اللہ سوسائٹی پاکستان (رجسٹرڈ) لاہور

حافظ نذیر احمد پرنسپل شبلی کالج۔ لاہور

پاکستان میں دینی درسگاہوں کی ضرورت

عام طور پر جدید تعلیم یافتہ اصحاب کا ایک گروہ اپنی محفلوں اور نجی مجلسوں میں گفتگو کا آغاز اس خیال سے کرتا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں جداگانہ دینی مدارس کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ مسیحی پاپائیت اور ہندو برہمنیت کی طرح اسلام میں ملائیت کے لیے کوئی مقام نہیں — ان حضرات کا یہ کہنا (دعویٰ کی حد تک) مبنی بر حقیقت ہے اور کسی کو ان سے اختلاف نہیں ہونا چاہیے لاریب اسلام میں نہ دین و دنیا کی جداگانہ حدود ہیں نہ دیندار اور دنیادار دو جداگانہ طبقات کی گنجائش ہے۔ جو شخص توحید الٰہی اور رسالت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر یقین رکھتا ہے۔ اور احکام اسلامی کے مطابق زندگی بسر کرتا ہے وہ دنیاداری کے تمام علائق سے وابستہ رہنے کے باوجود کامل دیندار رہتا ہے اسے دیندار بننے کے لیے ترک دنیا کی قطعاً ضرورت نہیں۔

اسلام فقط چند مذہبی رسوم کا نام نہیں جن کی ادائیگی سے آدمی دیندار بن جاتا ہو۔ بلکہ اسلام تو ایک کامل اور مکمل دین ہے۔ وہ مذہب حیات ہے۔ جو زندگی کے تمام مسائل میں راہنمائی کا دستورالعمل پیش کرتا ہے — لیکن خرابی کی بات یہ ہے کہ ملائیت کی پھبتی کسنے والے حضرات نے علائق دنیوی میں گرفتار ہو کر دین سے اپنا واسطہ نہ ہونے کے برابر کر لیا ہے نہ علم دین ہے نہ دینی فرائض کی بجا آوری کا اہتمام۔ وہ اپنی مسجد میں حاضر ہو کر نہ اذان پڑھنے کو تیار ہیں۔ نہ نماز پڑھانے کو اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا ان کے لیے مشکل ہے۔ اپنی بچی کا نکاح وہ نہیں پڑھا سکتے۔ اپنے کسی قریبی عزیز اور بزرگ کا جنازہ وہ نہیں کرا سکتے۔ فریضہ تبلیغ کی بجا آوری اور دینی قیادت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حالاں کہ یہ امور ایک مسلمان کی روزمرہ زندگی کے معمولات کا حصہ ہیں۔ اب سوال ہے کہ یہ کام کون انجام دے اور دینی مدارس بند کر کے ان فرائض کی بجا آوری کا اہتمام کہاں ہوگا۔؟

حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقہ نے خود کو خالص دنیادار بنا کر ایک جداگانہ دیندار طبقہ کی ضرورت پیدا کی ہے۔ اس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ علماء سے تقاضہ کرتے ہیں کہ وہ ہمہ تن دین کے لیے وقف ہو کر نہ رہ جائیں اور اپنے آپ کو خالصتاً دینی امور سے وابستہ نہ رکھیں — حالاں کہ ملت اسلامیہ کی روحانی و اخلاقی قیادت کے لیے، دینی تعلیم کی نشر و اشاعت کے لیے، اور اقصائے عالم میں اسلام کا پیغام حیات آفریں عام کرنے کیلئے اپنی زندگیاں وقف کرنے والوں کی ضرورت آج پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔

اسلامی تعلیمات

یہی حال علم کی دنیا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ کوئی شعبۂ علم اپنی ذات میں نہ دینی ہے نہ دنیاوی۔ ہر وہ علم اور ہر وہ سائنس جو حقیقت پر مبنی ہے اور اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ ہے وہ دینی ہے خواہ ریاضی، فلسفہ، منطق اور نفسیات ہی کیوں نہ ہوں لیکن جس علم کی بنیاد حقیقت پر نہیں اور جس کے مفروضات اسلام کی بنیادوں سے ٹکراتے ہوں وہ یقیناً لادینی کہلائے گا۔ مسلمانوں نے ہمیشہ علوم کو اسی نظر سے دیکھا ہے۔ دینی مدارس کے نصاب پر نظر ڈالنے سے ہمارا یہ مفروضہ اور بھی مبدّل بہ یقین ہو جاتا ہے۔

دینی مدارس کے مروجہ درس نظامی میں مندرجہ ذیل علوم پڑھائے جاتے ہیں۔

عربی زبان اور اس کے متعلقہ پانچ علوم۔

قرآن، حدیث، اسلامی فقہ، تاریخ اسلام، علم الکلام، فلسفہ، منطق، مناظرہ، ہیئت و ہندسہ اور طب۔

انصاف کیجیے کیا دینی مدارس میں زیر تدریس یہ علوم محض عبادات اور دینی مسائل کی حد تک محدود ہیں۔ کیا یہ دینی اور دنیوی دونوں علوم پر مشتمل نہیں۔ کیا اس قدر جامعیت اور ہمہ گیری مروجہ سرکاری نصاب تعلیم میں موجود ہے۔

ہمیں اس صورت حالات کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ کہ موجودہ درس نظامی اپنی موجودہ شکل میں مغلیہ دورِ سلطنت سے رائج ہے۔ اس زمانہ میں یہی نصاب مسلمانوں کا عمومی نظام تعلیم تھا۔ اس کے علاوہ دینداروں یا دنیاداروں کے لیے کوئی اور نصاب نہ تھا۔ اس کے فارغ التحصیل مسجد و منبر کے امام و مقتدیٰ ہوتے تھے۔ اور اسی کے منتہی سرکاری مناصب کے اہل متصور ہوتے تھے۔

برصغیر پاک و ہند میں انگریزی اقتدار نے اپنے استعماری مقاصد کو پورا کرنے کے لیے نظام تعلیم میں دوئی پیدا کر دی۔ اور اس جامع نصاب کے علی الرغم دوسرا سرکاری سیکولر نصاب رائج کر دیا۔ — اب ہم نے اول الذکر عمومی نصاب (درس نظامی) کو دینی اور اپنے جدید نظام تعلیم کو دنیوی قرار دے لیا۔ پہلا نصاب مرور زمانہ کے باعث جدید تقاضوں کا حامل نہ رہا۔ اور جدید نصاب دینی مقاصد کا ہم آہنگ نہ بن سکا۔

سرکاری نظام تعلیم

اس حقیقت کی وضاحت کے لیے مروجہ سرکاری نظام تعلیم کا سرسری جائزہ کافی ہوگا میٹرک کی سطح پر سو نمبر کی اسلامیات کے علاوہ سات مضمون اور لازمی ہیں۔ مثلاً انگریزی، اردو، حساب، سائنس، معاشرتی علوم، شہریت، تاریخ جغرافیہ وغیرہ۔ ان میں سے کسی مضمون کو تاحال اسلامی تعلیمات کے ہم آہنگ بنانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ — یہی حال ایف اے بی اے کے مضامین کا ہے۔

عربی محض اختیاری اور اضافی مضمون کے طور پر نصاب میں شامل ہے۔ اکثر سکولوں میں اس کی تدریس کے انتظامات بھی ختم کر دیئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ مرکز علم لاہور کے ایک گورنمنٹ گرلز ہائی سکول طالبات کی درخواست کے باوجود عربی کی معلمہ کا تقرر عمل میں نہ آیا۔ — عربی قرآن حکیم کی زبان ہے، احادیث نبویؐ کی ترجمان ہے۔ تاریخ و فقہ اسلامی کی امین ہے۔ عربی کے ساتھ ہماری بے حسی کا نتیجہ کیا ہوا ہے۔ اس کا جواب اعداد و شمار کی زبان سے سنئے ۱۹۵۳ء میں ۳۶،۵۵۸ طلباء و طالبات نے میٹرک کا امتحان دیا ان میں عربی پڑھنے والے ۵۳۴۰ تھے۔ پانچ سال بعد ۱۹۵۸ء میں ۵۸،۲۷۰ طلباء و طالبات نے میٹرک کا امتحان دیا ان میں عربی پڑھنے والے ۴۲۱۷ رہ گئے۔

دس سال بعد ۱۹۶۳ء میں ۵۸،۲۰۰ طلباء و طالبات نے میٹرک کا امتحان دیا ان میں عربی پڑھنے والے ۳۲۴۸ رہ گئے۔ پندرہ سال بعد ۱۹۶۷ء میں ۹۹،۹۷۶ طلباء و طالبات نے میٹرک کا امتحان دیا ان میں عربی پڑھنے والے ۴۹۹۲ تھے۔

گویا ۱۹۵۳ء میں میٹرک میں عربی پڑھنے والوں کا تناسب ساڑھے چودہ فی صد تھا۔ لیکن پندرہ سال بعد جب کہ طلباء کی مجموعی تعداد میں ۱۷۳ فی صد اضافہ ہو گیا۔ عربی خواں طلباء و طالبات کا تناسب پانچ فیصد سے بھی کم ہو گیا — یعنی طلباء کی تعداد ساڑھے چھبیس ہزار سے ایک لاکھ ہوگئی مگر عربی خواں ۵۳۴۰ سے گھٹ کر ۴۹۹۲ رہ گئے۔ ۱۹۵۳ء میں ایف۔ اے میں پرانے نصاب کے اندر بارہ ہزار آٹھ سو انتالیس طلباء شریک امتحان ہوتے۔ ان میں ۱۱۱۵ عربی خواں تھے پندرہ سال بعد طلباء کی تعداد پچپن ہزار سات سو ستاسی ہو گئی۔ اور عربی خواں طلباء کی تعداد ۱۱۱۹ — گویا پندرہ سال میں طلباء کی تعداد میں ۳۳۳ فی صد اضافہ ہوا۔ لیکن عربی خواں طلباء و طالبات ۸½ فی صد سے گھٹ کر صرف دو فی صد رہ گئے۔ — اسی سے بی۔ اے، ایم۔ اے کلاسز میں عربی کو تدریس کا اندازہ کر لیجئے۔

اسلامیات

یہ تو قرآن حکیم کی زبان عربی کی کیفیت تھی۔ اب خود اسلامیات کے مضمون کا جائزہ لیجئے۔ میٹرک تک تمام مضمون طلباء کے لئے مضمون اسلامیات لازمی قرار دے دیا گیا ہے۔ دو سال یہ فیصلہ ہوا تھا لیکن ابھی تک اس کے لئے جداگانہ کتاب مرتب نہیں کرائی گئی۔

دوسری طرف ایف۔ اے میں اسلامیات محض اختیاری مضمون ہے۔ وہ بھی صرف آرٹس کے طلباء کے لئے موجودہ قوانین کی رو سے مغربی پاکستان میں ایف۔ ایس۔ سی کا کوئی طالب علم عربی کسی صورت میں نہیں پڑھ سکتا ہے۔

بی۔ اے کے اندر کراچی یونیورسٹی اور حیدر آباد یونیورسٹی میں اسلامی نظام حیات کا ایک پرچہ لازمی ہے۔ لیکن پشاور اور پنجاب یونیورسٹیوں میں نہیں۔

فنی (TECHNICAL) اور پیشہ ورانہ (PROFESSIONAL) اداروں میں سرے سے نہ اسلامیات کا کوئی نصاب ہے نہ اس کی تدریس یعنی مغربی پاکستان کے کسی میڈیکل کالج۔ لا۔ کالج۔ کامرس کالج۔ انجینئرنگ کالج میں اسلامیات کے نام سے کچھ شامل نصاب نہیں — جبکہ ان فنی اور پیشہ ورانہ اداروں کی تعداد مغربی پاکستان میں ۵۸ فیصد ہے۔ اور ان اداروں میں زیر تعلیم و زیر تربیت طلباء کی تعداد ہزاروں سے تجاوز ہے۔ گویا ہماری سرکاری پالیسی یہ ہے۔ کہ ہمارے وکلاء، ڈاکٹر اور انجینئر کو دینی تعلیم اور دینی امور سے آگاہی ضروری نہیں۔

ان حالات میں یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ پاکستان میں جداگانہ دینی درس گاہوں کی ضرورت نہیں اور اداروں کا وجود بے کار محض ہے۔ اسلام میں علماء کے مخصوص گروہ کی حاجت نہیں — میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ان حالات میں دینی مدارس کا ذرا سا ضعف بھی عوام کو دین سے بیگانہ تر کرنے کا موجب ہوگا اور دین کے لئے تھوڑا بہت جو کچھ کام ہو رہا ہے وہ بھی ختم ہو کر رہ جائے گا۔

ہر فن اور ہر علم کے لئے مخصوص تربیت اور خصوصی مزاج کی ضرورت ہوتی ہے دین شناسی اور دینی علوم کو بھی اس کلیہ کو خارج نہیں کیا جا سکتا ہے۔ انگریزی، اردو، ریاضی، تاریخ، جغرافیہ غرض کسی علم میں بھی درجۂ فضیلت حاصل کرنا ہو تو ہر طالب علم کو کم از کم سولہ سال کی محنت شاقہ اٹھانی پڑتی ہے۔ ڈاکٹر، انجینئر، وکیل بننے کے لئے سترہ سال کی تعلیم و تربیت کے بعد سند ملتی ہے۔ جس کے بغیر نہ کسی کو تدریس کی اجازت ہے نہ پریکٹس کی — پھر یہ کیسے باور کر لیا گیا ہے کہ علوم دینیہ میں تبحر دینی مدارس کے بغیر اور باقاعدہ تعلیم و تدریس کے بغیر از خود محض ذاتی (CASHAL) بے قاعدہ مطالعہ سے یونہی حاصل ہو سکتا ہے۔ جب کہ یہاں ایم اے کی طرح کسی ایک مضمون میں تخصص کافی نہیں بلکہ علوم دینیہ مشتمل ہیں۔ قرآن، حدیث، فقہ و تاریخ، فلسفہ و علم الکلام، اور عربی زبان و ادب کے کم از کم دس مضامین پر۔

بعض حلقوں سے اس قسم کی آوازیں اٹھتی رہتی ہیں کہ علمائے کرام کو وجہ معیشت کے لئے کچھ اور کرنا چاہیئے۔ بظاہر یہ بڑی مستحسن بات ہے اور اگر ایسا ممکن ہو تو اس سے بہتر کوئی صورت نہیں لیکن نہ ان غریبوں کے ذاتی زمیندارے ہیں جن کے مربعوں سے آمدنی ہوتی ہو۔ نہ قدیم اسلامی ریاستوں کی طرح حکومت نے مساجد اور مدارس دینیہ کے لیئے جاگیریں وقف کی ہیں۔ نہ سرکاری مدارس کی طرح ان دینی مدارس کو ہزاروں لاکھوں کی سالانہ گرانٹیں ملتی ہیں اور دین کے ہر طالب علم کے لیئے یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اپنی بے سرو سامانی اور وسائل کے فقدان کے باوجود دینی علوم کا طویل نصاب پڑھنے کے بعد کسی اور پیشے یا فن کی تربیت حاصل کر سکے۔ —

پھر کبھی ہم نے کبھی ڈاکٹر اور انجینئر سے یہ نہیں کہا کہ تم نے سرکاری کالجوں میں سرکاری وسائل اور قومی وظائف سے تعلیم و تربیت حاصل کی ہے۔ اپنے بزرگ اطباء کی طرح اعزازی خدمات انجام دو۔

دینی مدارس کی ضرورت

میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مستقل دینی مدارس کی ضرورت ہے اور دین کی تعلیم و تبلیغ کے لیئے ہمہ وقتی اصحاب کی ضرورت ہے جو اپنی زندگیاں اس مقصد عظیم کے لئے وقف کر دیں۔ — اس حقیقت کی وضاحت کے لیئے میں اپنی کسی دلیل کے بجائے کلام الٰہی سے ایک آیت پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سورۃ توبہ کا آخری حصہ ہے۔ اس آیت سے قبل پوری سورۃ میں بلکہ اس سے پہلی سورۃ انفال میں بھی جہاد و قتال کے احکام ہیں۔ جہاد کی فضیلت اور قتال کی اہمیت کا بیان ہے۔ مجاہدوں، غازیوں اور شہیدوں کے درجات کا ذکر ہے۔ جہاد سے منہ موڑنے والوں اور قتال فی سبیل اللہ سے گریز کرنے والوں کے شدید وعید کے اعلانات ہیں — لیکن سورۃ کے خاتمے کے قریب ارشاد ربانی ہے۔ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ○ (التوبہ ۹ : ۱۲۲)

اور مومنوں کو نہ چاہیئے کہ جہاد کے لیئے سب نکل کھڑے ہوں۔ یہ کیوں نہ ہو۔ کہ ہر گروہ میں سے ایک حصہ نکل کھڑا ہوا کرے۔ تاکہ (باقی لوگ) دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں تاکہ یہ اپنی قوم والوں کو جب وہ ان کے پاس لوٹ کر آئیں ڈرانے رہیں۔ عجب نہیں کہ وہ محتاط ہو جائیں۔"

خالق ارض و سماء نے جب جہاد جیسے مقدس فریضہ میں شرکت کے خواہشمندوں سے کہا ہے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

جمہوریت یا شورایت

امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے کی روشنی میں

محمد مقبول عالم بی اے لاہور

جمہوریت آج کل ملک میں "جمہوریت" کا بڑے زور شور سے ذکر آ جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ وہ جماعتیں جو دین کا نام لیتی ہیں وہ بھی اسی رَو میں بہی جا رہی ہیں۔ کبھی اس کے ساتھ لفظ "اسلامی" لگا کر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اب یہ اسلامی بن گئی ہے حالانکہ جمہوریت میں اکثریت کا فیصلہ تسلیم کیا جاتا ہے اگرچہ اس سے انسانیت کی جڑیں کٹتی ہوں۔

شورایت اسلام نے جو نظام دیا ہے وہ شورائی ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (۳ : ۱۵۸) (یعنی ان سے تمام معاملاتِ ملکی میں مشورہ کیا کریں اور جب عزم کر لیں تو پھر اللہ پر بھروسہ کریں)

علامہ ابوبکر جصاص الرازی الحنفی اپنی تصنیف "احکام القرآن" میں اس آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ مشاورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اختیاری نہ تھی بلکہ واجب تھی۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ "عزم" سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ "اہل الرائے یعنی جو لوگ رائے دینے کے اہل ہیں، اُن سے مشورہ کرنا اور پھر اس مشورے کا پابند ہونا"۔ (تفسیر ابن کثیر)

ایک اور جگہ ارشادِ خداوندی ہے کہ: وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (۴۲ : ۳۸) (یعنی مسلمان اپنے تمام اجتماعی معاملات میں باہمی مشورے سے کام کرتے ہیں)

حضرت عمرؓ کا نظریہ بھی اس بارے میں یہ ہے کہ لا خلافۃ الا عن مشورۃ (کنز العمال) (یعنی خلافت بغیر مشورے کے خلافت نہیں رہتی)

ان فیصلوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ مشورہ ملک کے اہل الرائے اصحاب ہی سے لیا جائے گا۔ جو مشورہ دینے کے اہل ہوں گے نہ کہ ہر کس و ناکس سے۔

حکیم الامت امام ولی اللہ دہلویؒ نے اہل الرائے کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مملکت کا نظام چلانے کے لئے "اجتماع من عقلاء القوم ومبرزیہم" پیدا کرنا ہوگا (بدور بازغہ ص۱۳۷) یعنی قوم کے عقلاء، حکماء اور سربرآوردہ اشخاص جو اپنے خاص حلقوں میں ماہرِ خصوصی ہوں جمع کئے جائیں —— یہ اجتماع لامحالہ ہر شعبہ زندگی کے ماہرین پر مشتمل ہو گا جس میں اہل اللہ بھی ہوں گے۔ غرض ان خصوصیات کے حامل اصحاب کو ان کے اپنے اپنے حلقے منتخب یا نامزد کر کے پیش کریں گے اور پھر ان پر مشتمل ایک مجلس مشاورت (پارلیمنٹ) بنائی جائے گی جو مملکت کا نظام چلائے گی۔ انہی میں سے ایک کو مملکت کا صدر منتخب کر لیا جائے گا۔ یہی وہ طریقہ ہے جس پر خلافتِ راشدہ کا نظام چلتا رہا۔ اور خلفائے راشدین کا انتخاب عمل میں آتا رہا۔ آج بھی ہمارے لئے یہی طریقہ قابلِ نمونہ ہے ورنہ ایسے لوگوں کو جمع کرنا جو مشورہ دینے کے اہل نہ ہوں اور پھر ان کے اکثریتی فیصلے سے قوانین بنانا کہاں کی عقلمندی ہے؟ علامہ اقبالؒ نے انہی کے متعلق فرمایا ہے ؎

گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کارے شو
کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانے نمی آید

ظاہر ہے کہ اس شعر میں "پختہ کار" سے وہی اہل الرائے یا بقول امام ولی اللہ دہلویؒ قوم کے عقلاء، حکماء اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے ماہرینِ خصوصی مراد ہیں۔

حیرت ہے کہ دورِ حاضرہ کا ایک چوٹی کا ماہرِ اجتماعیات پی اے سارد کنی (جامعہ ہارورڈ، ریاستہائے متحدہ امریکہ) بھی دنیا کے نئے رجحانات پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "اچھی حکومت کے لئے متوازن طبع عقلاء کی ضرورت ہے تاکہ وہ سائنسدان ماہرین کے علوم کی تنگ نایوں کو جمع کر کے فلاحِ عوام کے لئے استعمال کریں۔

حکماء الٰہی کی طرف سے اس قسم کی رہنمائی کے بغیر سائنسدان ماہرینِ خصوصی کی حکومت اہلِ سیاست کی حکمبرداری سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتی ہے"۔ (آل پاکستان سائنس کانفرنس پشاور کے اجلاس ۱۹۶۳ء میں تقسیم شدہ مقالہ)

سارد کنی کا یہ خیال حجۃ الاسلام امام ولی اللہ دہلویؒ کے فکر ہی کی تائید کرتا ہے۔ اور اس نئے سیاسی رجحان کا پتہ دیتا ہے جو عالمی سیاسیات اختیار کرنے لگی ہے۔ اب پاکستان کے سمجھ بوجھ رکھنے والے طبقے کا فرض ہے کہ وہ امام ولی اللہ دہلویؒ کی اس حکیمانہ تشریح پر غور کریں اور ملک کی صحیح رہنمائی کریں۔

مزید معلومات کے لئے جنرل سیکرٹری ولی اللہ سوسائٹی پاکستان ۲۲۳ - ابن شاہ ولی اللہ روڈ سمن آباد سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر

مولانا محمد علی جالندھری کا بیان

مولانا محمد علی جالندھری نے ۳ ستمبر کو لاہور سے ڈھاکہ جاتے ہوئے کہا کہ قبلہ اولیٰ کے جانکاہ واقعہ کے بعد عالمِ اسلام کو متحد ہو جانا چاہئے۔ اور انہیں کوئی ایسا ٹھوس پروگرام مرتب کرنا چاہئے کہ آئندہ یہودی نسل کو ایسی مذموم حرکت کی جرأت نہ ہو سکے اور گنبد خضریٰ اور بیت اللہ کے علاوہ پورا عالمِ اسلام محفوظ ہو جائے اس وقت سلامتی کونسل سے کسی قسم کی اپیل یا درخواست کرنا اصل معاملے کو معرضِ التوا میں ڈالنا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر اسلامی ملک میں اسلامی قانون نافذ ہو۔ نظامِ تعلیم صحیح بنیادوں پر استوار ہو۔ نوجوانوں کو فوجی تربیت دی جائے تاکہ دشمن کی اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جا سکے۔ اور مسلمان دنیا میں باعزت زندگی بسر کر سکیں۔ آپ نے فرمایا علماء کرام اور سیاسی لیڈروں کو ریڈیو پر جہاد کے موضوع پر تقاریر کرنے کی اجازت حاصل ہونی چاہئے۔

مراسلات

مسلم سربراہوں کی کانفرنس بلائی جائے

مسجد اقصیٰ کی شہادت نے تمام عالم اسلام کے دلوں کو زخمی کر دیا ہے۔ اس سانحہ کا تعلق اور اثر ہماری روح اور غیرتِ ایمانی سے ہے۔ اس لئے ہمیں کوئی متحدہ لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے تاکہ ہم اسرائیل کو اس کی اس ناپاک سازش کا منہ توڑ جواب دے سکیں!

جلسے جلوسوں اور احتجاجی بیانوں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اور نہ اقوام متحدہ اس مسئلہ کو حل کر سکتی ہے۔ اقوام متحدہ پر عیسائیوں اور یہودیوں کا قبضہ ہے۔ اس لئے اب وقت آ گیا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان متحد ہو کر اپنی طاقت سے مقاماتِ مقدسہ کو آزاد کرائیں۔

میں صدر مملکت آغا محمد یحییٰ خاں سے درخواست کروں گا کہ وہ تمام ممالک اسلامیہ کے سربراہوں کی کانفرنس بلا کر ایک متحدہ فیصلہ کریں کہ آئندہ اسرائیل کے قبضہ سے مقاماتِ مقدسہ کو کس طریقہ پر نکالا جا سکتا ہے۔

(حکیم محمد عبدالحفیظ دہلوی، نور پارک لائل پور)

ضرورت رشتہ کے اشتہارات

اخبار بین حضرات نے روزانہ عنوان بالا کے تحت اشتہار پڑھے ہوں گے کہ ایک ایم اے اسلامیات فرسٹ ڈویژن پاس لڑکی کے لئے دیندار پابند صوم و صلوٰۃ برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے اور ایک دیہاتی زمین دار دس دس مربع زمین کے مالک خوشحال لڑکے کے لئے مناسب شہری لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے وغیرہ، میرے خیال میں شریعت مطہرہ کی دوسری حکم عدولیوں کے مرتکب ہو کر انسانیت جس طرح مصائب و آلام کا شکار ہو چکی ہے اسی طرح بیاہ شادی نکاح طلاق کے معاملات میں بھی کتاب و سنت سے روگردانی کی نحوست اور وبال کا شکار ہے کہ لڑکے لڑکیوں کے موزوں رشتوں کی تلاش میں اخبارات میں اشتہار شائع کرانے پر ہم مجبور ہو چکے ہیں اور اس کے باوجود گوہر مراد میسر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاہ شادی نکاح کو جس قدر آسان بنایا ہے، ہم نے اپنی خود غرضی، غلط کاری، من گھڑت غیر اسلامی رسوم اور پابندیوں کی بنا پر اسے مشکل ترین مسئلہ بنا دیا ہے بروقت شادی نہ ہونے کی وجہ سے ہماری نوجوان پود گمراہ بد اطوار و بدکردار ہو جانے کا خدشہ ہے بلکہ سینما اور ریڈیو نے بےحیائی کے مسلسل تربیتی پروگرام کے تحت ملت کو تباہی کے راستہ پر لگا دیا ہے۔

عبدالواحد بیگ۔ ملتان شہر

بقیہ: پاکستان میں دینی درسگاہوں کی ضرورت

کہ وہ سب اس میں رنگ جائیں۔ بلکہ ایک گروہ علم دین اور تبلیغ دین کے لیے جدا نکال لیں۔ — تو کیا آپ آج اسلام کی یہ پکار نہیں سن رہے ہیں کہ دنیا کی عیش کامیوں میں سرمست مسلمانو! تم میں سے ایک جماعت کیوں نہیں نکلتی جو اپنے آپ کو علم دین کی تحصیل اور تبلیغ اسلام کے لیے وقف کر دے۔

جلسے

● مدرسہ تعلیم الابرار عیدگاہ ملتان کا سالانہ جلسہ ۲۵، ۲۶، ۲۷ ستمبر بروز جمعرات جمعہ ہفتہ منعقد ہو رہا ہے جس میں ملک کے مقتدر علماء کرام اور بزرگان دین جلسہ عام سے خطاب فرمائیں گے۔

● جامعہ صدیقیہ مزنگ لاہور کا جلسہ مورخہ ۲۱ ستمبر ۶۹ء بروز اتوار بمقام رفاہ عامہ ہال مین بازار مزنگ میں منعقد ہو رہا ہے جس میں ملک کے مقتدر علماء کرام و مشائخ عظام شرکت فرما رہے ہیں۔

● چک نمبر ۲۶۹ ضلع ساہیوال میں ۱۰، ۱۱ رجب مطابق ۲۳، ۲۴ ستمبر ۱۹۶۹ء بروز منگل، بدھ کو ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری، مولانا ضیاء القاسمی صاحب کے علاوہ دیگر علماء بھی تشریف لا رہے ہیں۔

دعائے صحت

● شہر قصور کے مشہور استاد جناب قاری حبیب اللہ صاحب مہتمم جامعہ قاسمیہ کے والد محترم ایک عرصہ سے شدید بیمار ہیں۔ جمیع احباب سے خصوصی دعا کی التماس ہے۔

● حاجی بشیر احمد کے برادر خورد محمد رفیق صاحب مکان سے گرنے کے باعث میو ہسپتال میں زیر علاج ہیں قارئین سے ان کی صحت کیلئے خصوصی دعا کی اپیل ہے۔

تلاش گمشدہ

حافظ بشیر احمد متعلم مدرسہ قاسم العلوم ۲۰ دن سے گم ہے۔ وہ جہاں کہیں ہو فوراً آ جائے اگر مدرسہ میں نہ آنا ہو تو سیدھا گھر کوئٹہ چلا جائے والد صاحب بہت پریشان ہیں۔ اگر کسی کو علم ہو۔ تو مندرجہ ذیل پتہ پر اطلاع دے کر مشکور فرمائیں۔

حافظ نور احمد بلوچستانی کمرہ نمبر ۲۵ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

احباب سے درخواست

اگر کسی دوست کے پاس محترم سردار احمد خان پتافی رح کا اپنے ہاتھ سے تحریر کردہ خط یا کوئی تحریر موجود ہو تو از راہ کرم مجھے بھیج کر فرمائیں۔ میں اس کا عکس لے کر بحفاظت واپس کر دوں گا۔

حافظ نذر محمد انور — بہفت روزہ "خدام الدین" لاہور

بچوں کا صفحہ

عابد نظامی

حضرت ابوبکرؓ

ابوبکرؓ پیارے نبیؐ کے رفیق / وفا اور محبت تھا جن کا طریق
صداقت میں جن کی نہیں ہے مثال / ہے ایثار میں جن کا ثانی محال
ہمارے پیمبرؐ کے تھے یارِ غار / دل و جان سے اُن کے تھے جاں نثار
وہ پہلے خلیفہ تھے سرکارؐ کے / خدا کی خدائی کے سردار کے
شہِ دو جہاںؐ جب پیمبر بنے / ابوبکرؓ پہلے مسلماں ہوتے
نبیؐ نے بنایا تھا ان کو امام / بہت ان کا کرتا ہوں مَیں احترام

حضرت عمرؓ

نبیؐ کے صحابی تھے حضرت عمرؓ / نہایت دلیر اور نہایت نڈر
یہ تاریخ میں ہے، کہانی نہیں / کوئی عدل میں ان کا ثانی نہیں
ہمیشہ رہے وہ پیمبرؐ کے ساتھ / ہمیشہ کئے ان کے مضبوط ہاتھ
کیا فتح روم اور ایران کو / زیادہ کیا دین کی شان کو
وہ نیکی کے کاموں میں تھے سخت تر / رعایا کی رکھتے تھے ہر دم خبر
عمرؓ کی فراست کے قائل ہیں سب / مرے دل میں ہے اُن کا بیحد ادب

حضرت عثمانؓ

نبیؐ کے صحابہؓ جو ذی شان ہیں / انہیں میں سے عثمانِ عفّانؓ ہیں
سخاوت میں اُن کی نہیں ہے نظیر / نبیؐ نے بنایا تھا اُن کو سفیر
حیا جو کہ شعبہ ہے ایمان کا / بڑا اس میں رتبہ ہے عثمانؓ کا
ہمارے پیمبرؐ کی دو بیٹیاں / تھیں عثمانِ عفّان کی بیویاں
غریبوں کے آتے تھے ہر وقت کام / یہی مشغلہ اُن کا تھا صبح و شام
مرے دل میں ہے اُن کی عزت بڑی / مَیں رکھتا ہوں اُن سے محبت بڑی

حضرت علیؓ

ہمارے نبیؐ کے صحابی علیؓ / کہ بڑھ کر نہیں جن سے کوئی ولی
وہ خاتونِ جنت کے شوہر بھی ہیں / ہمارے نبیؐ کے برادر بھی ہیں
کوئی علم میں ان کا ہمسر نہیں / شجاعت میں بھی اُن سے برتر نہیں
لڑائی میں تھے اس قدر وہ دلیر / نبیؐ نے کہا اُن کو اللہ کا شیر
وہ ابوبکرؓ و فاروقؓ کے تھے مشیر / مشیر ایسے جس کی نہیں ہے نظیر
صحابہؓ کا کرتا نہیں جو ادب / خدا کا ہے اس پہ ہمیشہ غضب

نگران اعلیٰ محمد عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۴۱/۲۴۱ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۶۹۶۷/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G M۲-۴۶/۵۳۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

ایجنٹ حضرات اور قارئین کرام "ہفتہ وار خدام الدین" کی فوری توجہ کی ضرورت

ایجنٹ حضرات "ہفتہ وار خدام الدین" کی طرف سے بلوں کی ادائیگی میں تاخیر ادارہ کے لئے بڑی پریشانی کا موجب بنی ہوتی ہے۔ ایجنٹ حضرات کو بار بار اس تاخیر کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے لیکن بالکل بے سود۔ سوائے چند ایک حضرات کے باقی صاحبان بلوں کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور جو کچھ ادا کرتے بھی ہیں وہ رقم ان کے بل کی مجموعی رقم کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے پرچہ کی کتابت، طباعت اور سٹاف وغیرہ کی تنخواہ کا انتظام کرنے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے اور یہ مالی مشکلات رسالہ کی اشاعت میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ کیا ایجنٹ حضرات نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ بل ماہ بماہ وقت پر وصول نہ ہونے کی صورت میں رسالہ کی اشاعت کے اخراجات کس طرح پورے کئے جائیں ؟

ایجنٹ حضرات اور قارئین کرام پر بخوبی واضح ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہفتہ وار خدام الدین محض قال اللہ وقال الرسول کی آواز عام کرنے کی غرض سے شائع کرانا شروع کیا تھا کوئی تجارتی غرض یا دنیوی نفع اس سے مقصود نہ تھا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کی پوری رعایت رکھی تھی کہ خواص وعوام یکساں طور پر اس سے استفادہ کر سکیں چنانچہ اس کی قیمت صرف چار آنے تجویز فرمائی تھی۔ یہ قیمت ایجنٹوں کو کمیشن ادا کرنے کے بعد بصد مشکل اصل لاگت کو پورا کرتی ہے۔ صد افسوس ہے کہ اکثر ایجنٹ حضرات ادارہ کی ان مشکلات کی طرف سے غفلت کوشی سے کام لے رہے ہیں ان کا یہ طرزِ عمل ادارہ کیلئے کئی مصیبتوں کا پیش خیمہ ہے اور پرچہ انتہائی مشکلات سے دوچار ہے۔ اگر ان کے اس مجرمانہ تغافل کے باعث پرچہ کو نقصان پہنچا تو وہ عند اللہ جواب دہ ہونگے کہ انہوں نے دین کے کام میں روڑا اٹکایا۔

بقایا جات کی ادائیگی کی تاخیر کے لئے بعض ایجنٹ حضرات اکثر یہ شکایت کرتے ہیں کہ قارئین کرام وقت پر ان کی رقوم ادا نہیں کرتے اس لئے قارئین کرام کی خدمت میں بھی ادارہ التماس کرتا ہے کہ اپنے اپنے شہر کے ایجنٹ کی رقم ماہ بماہ چکا دیا کریں تاکہ وہ بل کی رقم ادا کرنے میں کئی کئی ماہ تک خاموش نہ بیٹھے رہیں۔

ان حالات کے پیشِ نظر ادارہ ایجنٹ حضرات سے ایک دفعہ پھر درخواست کرتا ہے کہ اپنے بقایا جات زیادہ سے زیادہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۹ء تک ادا کر دیں تاکہ مالی مشکلات رسالہ کی اشاعت میں رکاوٹ کا باعث نہ بنیں۔ ورنہ یکم نومبر ۱۹۶۹ء سے پرچہ کی ترسیل بند کر دی جائے گی اور بقایا جات کی وصولی کے لئے چار و ناچار قانونی کارروائی کرنی پڑیگی۔ امید ہے کہ ایجنٹ حضرات اس مہلت سے فائدہ اٹھائیں گے اور ادارہ کو مالی مشکلات سے نجات دلائیں گے۔ ورنہ ۱۲ نومبر ۱۹۶۹ء کے بعد ان کے نام رسالہ میں شائع کر دئے جائیں گے۔

★ مینجر ہفت روزہ خدام الدین

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا